14

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

14 اپریل 2004ء — 23 صفر المظفر 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

نیشنل سیکورٹی کونسل کا بل

موجودہ حالات میں مسلمانانِ پاکستان کے لئے بچاؤ کا واحد یقینی راستہ

شہادت ہماری دلھن ھے
شیخ احمد یاسین شہید

ذوالفقار علی بھٹو
ایک مثالی لیڈر؟

مشاہیر جنگ آزادی' فرداً فرداً
مولانا فضل حق خیر آبادی

درسِ اخلاق
عبدیت و تکبر

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

اسلام اور پاکستان

موجودہ عالمی حالات
کے پس منظر میں
اسلام — اور — پاکستان
کا
مستقبل

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کے دو چشم کشا اور جھنجھوڑنے والے **خطابات**

یہ خطابات 22 فروری اور 29 فروری کو قرآن آڈیٹوریم میں ہزاروں سامعین کے روبرو دیئے گئے اور اب کتابی صورت میں یکجا شائع ہو چکے ہیں۔ ملت اسلامیہ اور اسلام کے قلعے یعنی پاکستان کا درد و اخلاص رکھنے والوں کو اس کے مطالعے سے جہاں عصرِ حاضر کے بین الاقوامی حالات و مسائل کا صحیح تجزیہ کرنے میں آسانی ہوگی' وہاں مستقبل کی ایک صاف اور واضح تصویر بھی نمایاں ہو کر موجودہ فکری انتشار اور ذہنی خلفشار کو دور کرنے میں مدد ملے گی۔

سورۃ آل عمران آیت (8 تا 12)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ o رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ o اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَا اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ o کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ o قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِھَادُ o﴾

’’اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما‘ تو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ اے پروردگار! تو اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کر لے گا۔ بے شک اللہ خلافِ وعدہ نہیں کرتا۔ جو لوگ کافر ہوئے (اس دن) نہ تو ان کا مال ہی اللہ (کے عذاب) سے ان کو بچا سکے گا اور نہ ان کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتشِ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ ان کا حال بھی فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا سا ہوگا‘ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی‘ تو اللہ نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب (عذاب میں) پکڑ لیا تھا۔ اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ (اے پیغمبر) کافروں سے کہہ دو کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے‘ اور وہ بری جگہ ہے۔‘‘

یہ دعا ہے جو اولوالالباب اپنے پروردگار کے حضور کرتے ہیں: ’’اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے‘ اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے اور ہمیں خاص اپنے خزانہ فضل سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو ہی سب کچھ دینے والا ہے‘‘۔ جو کچھ ملے گا‘ تیری ہی بارگاہ سے ملے گا۔ پھر کہتے ہیں: ’’اے رب ہمارے! یقیناً تو لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اُس دن جس دن میں کوئی شک نہیں‘‘ یعنی قیامت کا دن کہ اس کا آنا اٹل ہے۔ ’’بے شک اللہ تعالیٰ اس وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا‘‘۔ لہٰذا اس نے جو بتایا ہے کہ وہ دن آئے گا تو وہ آ کر رہے گا۔

یہاں سے آل عمران کا دوسرا رکوع شروع ہو رہا ہے۔ اس سورت کا زمانہ نزول تو جنگ احد کے بعد یعنی 3ھ ہے۔ مگر اس رکوع کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ یہ غزوہ بدر کے بعد نازل ہوا۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔ اُن کا morale بلند تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں جو یہودی قبیلے تھے ان میں سے بعض لوگوں نے مسلمانوں کو کہا کہ اپنی فتح پر اتنے نہ اتراؤ۔ یہ تو قریش کے کچھ ناپختہ کار چھوکرے تھے جن سے تمہارا مقابلہ ہوا اور تم جیت گئے۔ اگر کبھی ہمارے ساتھ مقابلہ پیش آیا تو دن میں تارے نظر آ جائیں گے۔ اسی پس منظر میں یہ الفاظ کہے جا رہے ہیں کہ ایسی بات نہیں‘ تمام کفار آخرکار اسی طرح زیر ہوں گے اور اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ ’’یقیناً جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی انہیں اللہ کی گرفت سے نہ ان کے مال بچا سکیں گے اور نہ ہی ان کی اولادیں بچا سکیں گی کچھ بھی۔ بلکہ وہ تو سب کے سب آگ کا ایندھن بنیں گے‘‘۔

تمہاری تو حیثیت ہی کیا ہے‘ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا! ذرا آل فرعون کا معاملہ یاد کرو ان کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ کتنا بڑا شہنشاہ تھا (فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَاد) اور کتنے بڑے اس کے لاؤ لشکر تھے۔ صرف یہی نہیں‘ بلکہ اس سے پہلے ثمود اور عاد جیسی زبردست قومیں اسی جزیرہ نمائے عرب میں ہو گزری ہیں۔ انہوں نے بھی ہماری آیات کو جھٹلایا تھا‘ پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا اور وہ کہیں بھاگ کر نہ جا سکے۔ جان لو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

’’اے نبی! جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی ان سے کہہ دیجیے کہ تم سب کے سب مغلوب ہو کر رہو گے دنیا میں اور آخرت میں جہنم کی طرف گھیر کر لے جائے جاؤ گے اور جہنم تو بہت برا ٹھکانہ ہے‘‘۔

حکمرانوں کے خلاف جہاد

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ)) (رواہ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی بھیجا‘ اس کی امت میں سے اس کے مددگاروں اور ساتھیوں نے اس کے بتائے ہوئے طریقہ کو اپنایا اور اس کے حکم کی پیروی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ پھر ہوا یوں کہ ان کے بعد غلط کار جانشینوں نے ان کی جگہ لے لی۔ وہ اپنی کہی ہوئی باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ ایسے کاموں میں منہمک ہو گئے جن کے کرنے کا حکم خدا اور رسول نے انہیں نہیں دیا تھا۔ جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے اور جو زبان (اور قلم) سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو اپنے دل سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور جو شخص اپنے دل میں بھی ان سے نفرت نہ کرے سمجھ لیجیے کہ اس میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچویں صدی ہجری/گیارہویں صدی عیسوی کا خط توقیع کا ایک نمونہ

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
	8تا14اپریل2004ء	
14	17تا23صفرالمظفر 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرمسئول: حافظ عاکف سعید
مدیرانتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹرعبدالخالق۔مرزاایوب بیگ
سرداراعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200روپے)

☆☆☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

نیشنل سیکورٹی کونسل

ہماری موجودہ قومی اسمبلی کو پہلی آزمائش کا سامنا 30 دسمبر 2003ء کو کرنا پڑا' جب اسمبلی نے ایک غیر معمولی آئینی بل پاس کیا' جس کے تحت آئین کی دفعہ 41 میں ایک نئی شق 8 کا اضافہ کیا گیا' جس کا مقصد جنرل پرویز مشرف کی صدارت پر مزید مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا تھا۔ دودن کے بعد ارکانِ اسمبلی جنہوں نے آئین کے تحفظ اور دفاع کا حلف اٹھا رکھا تھا' ایک ایسی کارروائی میں شریک ہوگئے جس کے تحت جنرل مشرف نے اعتماد کا ووٹ حاصل کرلیا اور انہیں ''منتخب صدر'' قرار دے دیا گیا۔ محض مشرف کو 2007ء تک صدر منتخب کرنے کے لئے آئین کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ اس طرح ارکان اسمبلی کی ''مہربانی'' (نادانی!) سے 1973ء کے آئین کے تحت اختیار کئے گئے پارلیمانی نظام کو صدارتی نظامِ حکومت میں بدل دیا گیا' جس میں ایک باوردی طاقتور صدر موجود ہے اور جو اسمبلی کے سر پر بیٹھا ہے۔ اس طرح ایک آمرانہ حکومت وجود میں آگئی جس کا ظاہری چہرہ جمہوری' مگر پورا ڈھانچا آمرانہ ہے' گویا فولادی ہاتھوں پر مخمل کے دستانے چڑھا دیئے گئے۔

اب صورتِ حال کو مزید شرمناک اور قومی رسوائی کے لئے اسمبلی کو نیشنل سیکورٹی کونسل بنانے کے لئے کہا جارہا ہے' جس کی رو سے یہ کونسل 13 ارکان پر مشتمل ہوگی اور صدرِ مملکت کی سربراہی میں کام کرے گی۔ اس کے ارکان میں وزیراعظم' سینیٹ کے چیئرمین' قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے قائد' چاروں صوبائی وزرائے اعلیٰ' جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور تینوں مسلح افواج کے سربراہ شامل ہوں گے' یعنی تیرہ ارکان میں پانچ باوردی اور شمشیر بردار ہوں گے اور آٹھ قلم بردار' جبکہ ہزار قلم برداروں پر ایک مسلح شمشیر بردار ہی کافی ہوتا ہے۔ یہ کونسل قومی سلامتی کے امور پر ایک مشاورتی فورم کی حیثیت سے کام کرے گی اور کہا جاتا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی من چلا مارشل لاء عائد نہ کرسکے گا۔

''نیشنل سیکورٹی کونسل'' کا ادارہ دوسرے ملکوں میں بھی ہے۔ مثلاً برادر اسلامی ملک ترکی میں چھ اعلیٰ فوجی اور سول حکام پر مشتمل ہے۔ اس کے ذریعے فوجی جنرل اسمبلی اور حکومت پر اپنی مرضی مسلط کرتے ہیں۔ یہ کونسل تمام امور کا جائزہ لے سکتی ہے' خواہ ان کا تعلق داخلی معاملات سے ہو یا خارجہ پالیسی سے۔ مختلف قومی امور پر اس کی مشاورت ''خفیہ'' ہوتی ہے اور جب کبھی اس کے فیصلوں کا اعلان کیا جاتا ہے تو انہیں حکومت کی سفارشات کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی سیکورٹی کونسل سے ترکی قوم آج تک فوجی چنگل سے چھٹکارا نہیں پاسکی۔ جب 1997ء میں ترک وزیراعظم اربکان نے اسلامی قوتوں کے ردّعمل کو زائل کرنے کے لئے کونسل کی بیس سفارشات کو پارلیمنٹ بھیجنے کا جراٴت مندانہ فیصلہ کیا تو فوج نے انہیں اقتدار سے نکال باہر کیا۔ ترک آرمی چیف نے اعلان کیا کہ کونسل میں ایک سو سولین بھی شامل کئے جاسکتے ہیں' بشرطیکہ وہی مانا جائے جو فوج چاہے۔ امریکا میں بھی ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' موجود ہے جو صدر کی انتظامی کونسل کا حصہ ہے۔ یہ صدر کا اہم ترین فورم ہے جہاں وہ قومی سلامتی سے متعلق اپنے مشیروں اور کابینہ کے حکام کے ساتھ قومی سلامتی اور خارجہ امور سے متعلق پالیسی کے بارے میں صلاح مشورے کرتے ہیں۔ کونسل کے اجلاسوں میں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کے سوا' جو دراصل صدر کے فوجی مشیر ہیں' کوئی دوسرا فوجی افسر وردی میں ملبوس اجلاس میں شریک نہیں ہوتا۔ بھارت میں بھی ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' موجود ہے جس کے صدر کا عہدہ وزیراعظم کے پاس ہے۔ وہاں یہ ادارہ سراسر ایک سویلین ادارہ ہے۔ اگر ہمارے پاکستان میں نیشنل سیکورٹی کونسل کا قیام ناگزیر ہی ہے تو ترکی کے طرز پر کیوں' بھارت کے طرز پر کیوں نہیں' کیونکہ وہاں پاکستان کی طرح پارلیمانی طرزِ حکومت اپنانے کا اقرار کیا گیا ہے۔

بات یہ ہے کہ نظامِ حکومت کوئی بھی ہو' کسی جمہوری ملک میں فوج کا کوئی سیاسی کردار نہیں ہوتا۔ تاہم تاریخی وجوہ کی بنا پر پاکستان میں فوج نے یہ رول حاصل کرلیا ہے جسے صدر مشرف وردی اتارنے سے پہلے ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' کے قیام کے ذریعے ایک باقاعدہ ادارے کی شکل دینا چاہتے ہیں' جس پر حزبِ اختلاف اور بعض بیرونی ممالک' بالخصوص یورپی یونین نے کڑی تنقید کی ہے۔ طاقت کا مرکز ایک غیر منتخب ادارے کو منتقل ہوجائے گا جس پر فوج کو تسلط حاصل ہوگا اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہوگا۔ اس سے آئینی خلفشار پھیلے گا اور مارشل لاء کی تلوار براہِ راست نہ سہی' بالواسطہ قوم کے سر پر لٹکی رہے گی۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے بقول پاکستان میں ''الٹی گنتی'' شروع ہے' یعنی تاریخ پاکستان کو پیچھے کی طرف لے جارہی ہے۔ اگر ہم نے اب بھی آنکھیں نہ کھولیں تو ہماری لولی لنگڑی جمہوریت خدانخواستہ کسی تاریخی حادثے کا شکار ہوسکتی ہے۔ ان دنوں پاکستان کے پاس کوئی تیسرا چوائس نہیں ہے۔ اسے بہرحال جمہوری دنیا کا حصہ بننا ہے۔ اگر فوج کو سیاسی امور و معاملات سے الگ نہ کیا گیا تو پاکستان وہ کبھی نہ بن سکے گا جو اسے بننا چاہئے یا بن سکتا ہے۔ ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' کو پاس کرنے سے ہماری قومی اسمبلی ایک ایسا غلط کام انجام دے گی جس سے فوج کے اقتدار کو مستقل حیثیت حاصل ہوجائے گی اور خود اسمبلی محض بحث مباحثہ کرنے والی ایک انجمن بن کر رہ جائے گی اور کابینہ صرف ایسے فیصلوں پر مہر تصدیق ثبت کیا کرے گی جو کہیں اور طے ہوں گے۔ ہماری مضبوط فوج نے ہمارے کمزور سیاسی نظام کے باعث تمام ملکی معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور ریاست کو ہائی جیک کرلیا ہے۔ صدر مشرف عوام کی رائے کو گھاس کے تنکے کے برابر بھی کوئی حیثیت نہیں دے رہے اور ملک کو سیاسی طالع آزماؤں کی مدد سے ایک خطرناک مقام کی طرف لے جارہے ہیں۔ قومی اسمبلی کے ارکان کسی ترکیب و جراٴت سے نیشنل سیکورٹی کونسل کا زیر بحث بل نامنظور کردیں تو اسے معجزہ ہی کہا جائے گا۔

(مدیر انتظامی)

عراق میں مزاحمتی تحریک کا زور رہا

بدھ۔31مارچ

❁تیونس نے عرب لیگ کے اجلاس کے التواء پر اظہارِ افسوس کیا ہے اور کہا ہے کہ التوا کا سبب کانفرنس کے ایجنڈے پر اختلافات تھے۔ جبکہ شام کے وزیرخارجہ نے کہا کہ اختلافات کا سبب عرب دنیا میں جمہوریت' انسانی حقوق' خواتین کے حقوق کے بنیادی امور ہیں۔

❁حریت کانفرنس کے سابق چیئرمین پروفیسر عبدالغنی بھٹ نے دہلی کے دورے پر آئے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کے وفد سے گزشتہ روز ملاقات میں حریت کانفرنس (انصاری گروپ) اور بھارت کے درمیان ہونے والے مذاکرات سے آگاہ کیا۔ پیپلز پارٹی کے وفد میں مخدوم امین فہیم' محمد یوسف تالپور' فوزیہ حبیب' سردار آصف احمد علی' چودھری منظور احمد' سینیٹر انور بیگ اور نفیس صدیقی شامل تھے۔ اس موقع پر پروفیسر عبدالغنی بھٹ نے کہا کہ پاکستان ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ ایک طرف تو پاکستان بھارت کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کے لئے مذاکرات کی بات کرتا ہے تو دوسری طرف حریت کانفرنس کی بھارت کے ساتھ مذاکرات کی مخالفت کرتا ہے۔

❁فلپائن کی پولیس نے ابوسیاف گروپ کے چار مجاہدین کو گرفتار کر کے ان کے قبضے سے بھاری تعداد میں دھماکا خیز مواد برآمد کر لیا۔ پولیس کے مطابق یہ افراد منیلا میں میڈرڈ (سپین) طرز کے بم دھماکوں کا منصوبہ بنا رہے تھے جس میں دو سو سے زائد افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

جمعرات۔یکم اپریل

❁عراق میں مختلف واقعات میں 6 فوجیوں سمیت 10 امریکی ہلاک ہو گئے۔ فلوجہ' باقوبہ' بصرہ' نجف میں پولیس اور امریکا کے خلاف طلبہ کے مظاہرے۔ امریکا نے حملوں کو تباہ کن قرار دیا۔

❁امریکا کے نائب وزیرخارجہ جارج بولٹن نے کہا ہے کہ صدر مشرف کو ڈاکٹر قدیر خان کی سرگرمیوں کے بارے میں کئی سال پہلے علم ہو گیا تھا۔ لیکن اندرونی سیاسی دباؤ کے باعث وہ قدیر خان کے خلاف کوئی سخت اقدام کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ تاہم کوئی پاکستانی حکمران ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث ہوا تو کارروائی کریں گے۔

❁ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند میں مجاہدانہ (یادہشت گردانہ!) کارروائیوں کے چوتھے روز بھی دو بم دھماکے ہوئے۔ حکومت کے نزدیک یہ تحریک اسلامی کی کارروائی ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے ازبک وزیر خارجہ سے فون پر گفتگو کر کے حملوں کی روک تھام کے لئے مدد کی پیشکش کی۔

جمعہ۔2اپریل

❁اسرائیل کے وزیراعظم شیرون نے غزہ سے فوج بلانے کے منصوبے پر پارٹی ریفرنڈم کرانے کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلح فلسطینی تنظیموں کے اراکین کو نشانہ بنانے کی پالیسی جاری رہے گی۔ یہ ریفرنڈم شیرون کے واشنگٹن سے 14 اپریل کو وطن واپسی کے بعد کرایا جائے گا۔

❁امریکا کے محکمہ خارجہ کے ترجمان نے خبردار کیا ہے کہ القاعدہ اور انڈونیشیا میں اس کی اتحادی تنظیم ''جماعۃ الاسلامیہ'' بحری جہازوں پر حملہ کر سکتی ہے۔ ان دونوں تنظیموں کے پاس بحری اہداف پر حملوں کی صلاحیت اور منصوبے ہیں۔ ''دہشت گرد'' ملائیشیا اور انڈونیشیا کے درمیان مصروف ترین بحری راستے آبنائے ملاکا میں بحری جہازوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ دہشت گردوں کے لئے تجارتی بحری جہازوں کو نشانہ بنانا بہت آسان ہے۔

❁اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے قبرص کے مسئلے کے حل کے لئے منصوبے کا حتمی مسودہ جاری کر دیا ہے جسے امریکا کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ اس منصوبے کے تحت 24 اپریل کو قبرص کے ترک اور یونانی باشندے علیحدہ علیحدہ ریفرنڈم میں ووٹ ڈالیں گے۔ کسی ایک فریق کی طرف سے بھی منصوبے کو رد کیے جانے کی صورت میں یکم مئی کو صرف یونانی قبرص یورپی یونین کا حصہ بنے گا۔

ہفتہ۔3اپریل

❁ کل جماعتی حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی گیلانی نے کہا ہے کہ جب تک بھارت اٹوٹ انگ کی رٹ نہیں چھوڑے گا' مسئلہ کشمیر حل نہیں ہو سکتا ہم کنٹرول لائن کو دیوار برلن کی طرح ختم کر دیں گے۔

❁چار امریکی ٹھیکیداروں کی ہلاکت کے بعد عراق میں منعقد ہونے والا بین الاقوامی میلہ سیکورٹی کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے باعث ملتوی ہو گیا ہے۔

❁ایک بین الاقوامی تھنک ٹینک نے خبردار کیا ہے کہ جب تک افغانستان میں سیکورٹی کی صورتِ حال بہتر نہیں ہوگی اور وار لارڈز کو غیر مسلح نہیں کیا جاتا' اس وقت افغانستان میں انتخابات کا انعقاد ممکن نہیں۔

اتوار۔4اپریل

❁پاکستان کے وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی نے بالآخر عوام کے مطالبات تسلیم کرتے ہوئے نویں اور دسویں جماعت کے نصاب سے حذف شدہ قرآنی آیات دوبارہ شامل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان سے متصادم کوئی موضوع ملک کے تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

❁امریکا نے اپنے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو خبردار کیا ہے کہ القاعدہ اور دوسری ''دہشت گرد'' تنظیمیں جلد ہی مسافر بسوں اور ٹرینوں پر ویسے ہی حملے کرنے والی ہیں جیسے اسرائیل اور سپین میں ہو چکے ہیں۔

پیر۔5اپریل

❁عراق کے بڑے شہروں بغداد' نجف' بصرہ' ناصریہ' عماریہ اور دیگر چھوٹے بڑے قصبوں میں مقتدا صدر سے تعلق رکھنے والے شیعوں کی تنظیم ''لشکرِ مہدی'' کی اتحادی فوجوں سے جھڑپیں ہوئیں اور قابض اتحادی فوج کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے ہوئے۔

❁افغانستان کے صوبہ زابل اور پاک افغان سرحد پر اتحادی فوجوں کے گشتی قافلوں پر طالبان کے حملوں میں 8 امریکیوں سمیت 16 اتحادی فوجی ہلاک ہو گئے۔

منگل۔6اپریل

❁امریکا مخالف شیعہ لیڈر مقتدا صدر کے حامیوں اور اتحادی فوجوں کے درمیان خونریز جھڑپیں پورے عراق میں پھیل گئیں اور امریکی جنگی ہیلی کوپٹروں نے دارالحکومت بغداد کے مختلف علاقوں میں مقتدا الصدر کے ''لشکر مہدی'' کے ٹھکانوں پر حملے کئے۔

❁پاکستان کی قومی اسمبلی میں نیشنل سیکورٹی کونسل کی پہلی خواندگی شروع ہوئی۔ حزبِ اختلاف کے ارکان نے شدید نکتہ چینی کی اور کہا کہ اس بل کے ذریعے آئین کو پامال کیا جا رہا ہے۔ یہ بل منتخب پارلیمنٹ کے لئے ڈیتھ وارنٹ ہے۔ امریکا کے محکمہ دفاع پینٹاگون نے کہا ہے کہ افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد پیدا شدہ صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے تمام امریکی پالیسیاں ناکام ہو گئی ہیں۔ افغانستان جنگی سرداروں کے باہمی تنازعات' رہزنی کی وارداتوں میں اضافہ اور افیون کی بکثرت پیداوار نے افغانوں کی زندگی پر مضر اثرات مرتب کئے ہیں۔

☆ اگر ہم اللہ کے سامنے نہ جھکے تو امریکہ کے آگے جھکنا پڑے گا

☆ یہود اور ہنود پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ایک لمحے کے لئے بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں

☆ امریکہ نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور اس کے شکنجے سے نکلنے کی بظاہر کوئی راہ نہیں!

☆ بحالاتِ موجودہ، ہمارا بچاؤ واقعتاً اللہ کا دامن تھام لینے اور اسی کو اپنا مولا و آقا مان لینے میں ہے

موجودہ حالات میں مسلمانانِ پاکستان کے لئے بچاؤ کا واحد یقینی راستہ

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں حافظ عاکف سعید صاحب کے 26 مارچ 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج میں نے سورۃ الکہف کے سلسلہ درس سے ہٹ کر سورۃ الذاریات اور سورۃ الحدید کی پانچ آیات تلاوت کی ہیں۔ پچھلے جمعہ میں بعض ساتھیوں نے سوال کیا تھا کہ آپ حالات کا جو نقشہ پیش کر رہے ہیں، وہ تو ٹھیک ہے۔ یعنی امریکہ اس وقت واحد سپر پاور ہے اور اس کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کی ہم میں سکت نہیں ہے، لہٰذا ہمارے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم واقعتاً اللہ کا دامن تھام لیں اور اسی کو اپنا مولا و آقا مان لیں۔ یہ ایک رستہ تو ہے لیکن اسے اختیار کرنے کی عملی صورت کیا ہوگی؟

اس بات کا احساس ہونا کہ کچھ کرنا چاہئے، وقت کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ کہ کیا کرنا ہے، اس کے لئے صحیح خطوط بھی دیئے جائیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کیا کرے۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی نے ایک ہینڈ بل چھپوایا ہے جو ہماری اس ساری گفتگو کا حاصل ہے۔ آنحضور ﷺ کے فرمان ((الدین النصیحۃ)) کے مطابق ہمیں سب سے ہمدردی ہے۔ جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ وفاداری اور خلوص و اخلاص کس کے ساتھ ہو تو ارشاد ہوا: ''اللہ کے ساتھ، اس کی کتاب کے ساتھ، اس کے رسولؐ کے ساتھ، مسلمانوں کے حاکموں کے ساتھ اور مسلم عوام کے ساتھ''۔

اللہ کے ساتھ خلوص و اخلاص یہ ہوگا کہ اللہ کے سچے وفادار بنیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں صرف اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو۔ اس کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی کیا ہے؟ اس کا مطلب ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسے بیٹی کو جہیز میں دے دیا جائے، قریب المرگ کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھ لی جائے یا فال نکلوانے کے لئے استعمال کر لیا جائے۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ مُردوں کو ایصالِ ثواب کی کتاب ہے۔ گویا ہم نے اس کتاب ہدایت کو ایک نسخہ موت بنا دیا ہے۔ درحقیقت یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے حیات جاوداں کا نسخہ ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا ہی اس کے ساتھ وفاداری نبھانا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے خیر خواہی یہ نہیں ہے کہ آپؐ پر درود تو پڑھ لیا جائے لیکن ساتھ ہی آپؐ کی سنت کی خلاف ورزی بھی ہو رہی ہو، بلکہ وفاداری کا تقاضا تو وہ تھا جو صحابہ کرام نے ادا کیا۔ انہوں نے آپؐ کے مشن کے لئے اپنا تن من دھن نچھاور کیا۔ آپ ﷺ کا اسوہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اور اس میں حضور ﷺ کے مشن کو لے کر آگے بڑھنا بھی شامل ہے۔ جیسے اقبال نے کہا ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!!

اس اتمام کے لئے حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ جزیرہ نما عرب کی حد تک یہ کام آپؐ نے کر دیا اور آگے اسے اپنی امت کو سونپ دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ امت اس کام کو لے کر آگے بڑھے۔ جن کے ہاتھوں میں زمام کار ہے، ان کے ساتھ خلوص و اخلاص یہ ہے کہ اگر وہ غلط کام کریں تو انہیں مناسب انداز میں ٹوک دیا جائے اور یہ تنبیہ کر دی جائے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں آپ کی عاقبت کا خسارہ تو ہے ہی لیکن پوری قوم کی گمراہی کا وبال بھی آپ کے سر پر آئے گا۔ لیکن یہ سب کچھ خیر خواہی اور دل سوزی کے انداز میں کیا جائے۔ عوام الناس کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں آگاہ کیا جائے کہ جو طرزِ زندگی اور تہذیب تم نے اختیار کی ہوئی ہے، یہ سراسر دنیا اور آخرت کے گھاٹے کا سودا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہو تو ان کے احکامات پر عمل بھی کرو۔ یہ اسلام کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ان کنتم مومنین﴾ ''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔'' اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے تو ایمان کا دعویٰ غلط ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کوئی اور راستہ ہے بھی نہیں، سوائے اس کے کہ ان کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے۔ اور یہی ہمارا پیغام ہے۔

اب ہم اس ہینڈ بل کا اجتماعی مطالعہ شروع کرتے ہیں جو آج کے اجتماع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت 16 ہے: ''کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا

کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو کچھ اللہ نے حق کلام نازل فرمایا ہے' اس کے سامنے جھک جائیں"۔ کیا اب بھی آنکھیں نہیں کھل رہیں؟ آخر کون سی چیز انسان کو جگائے گی؟ ﴿فبای حدیث بعدہ یومنون﴾ "اس کلام الٰہی کے بعد اور کس چیز پر ایمان لائیں گے؟" اگر ان شدید حالات میں بھی آنکھیں نہیں کھل رہیں تو اور کب کھلیں گی؟

☆ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اس وقت مشکل ترین حالات سے دوچار ہے۔ اس بات پر قومی اخبارات کے تقریباً سب کالم نگار متفق ہیں۔ جیسے ایک کالم نگار نے لکھا کہ ڈرو اس وقت سے جو آنے والا ہے۔ سیکولر ذہن رکھنے والے ایک کالم نگار نے یوں نقشہ کھینچا کہ امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی' پاکستان ایک بند گلی میں داخل ہو گیا ہے۔ امریکہ نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور ہمارے خلاف جو فائل تیار کی ہے' وہ بہت محکم ہے۔ امریکی شکنجے سے نکلنے کی بظاہر کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

☆ امریکہ ایک بدمست ہاتھی کی طرح پہلے افغانستان اور پھر عراق کو روندنے کے بعد اب پاکستان کی سرزمین پر فوجیں اتارنے اور ہمیں اپنے قیمتی ایٹمی اثاثوں سے محروم کرنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ دیکھئے! 11 ستمبر 2001ء کے بعد امریکہ نے عدل و انصاف کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے' بغیر کسی ثبوت کے افغانستان پر چڑھائی کر دی اور تمام طاقتیں اس کے ساتھ مل گئیں ـــــ حالانکہ طالبان اور اسامہ کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس کے بعد امریکہ نے عراق پر چڑھائی کرنا چاہی تو اگرچہ عالمی طاقتوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا' لیکن اس نے تن تنہا چڑھائی کر دی جو اس کے پاگل پن کی مزید نشانی ہے۔ بعد میں یہ ثابت بھی ہو گیا کہ جس کو بنیاد بنا کر عراق پر چڑھائی کی گئی' وہ سب جھوٹ کا پلندہ تھا۔ اخلاقی اعتبار سے بھی امریکہ کے پاؤں تلے زمین نہیں ہے' بس ڈھٹائی کی انتہا ہے۔

یہاں ذرا سمجھ لیجئے کہ اس بدمست ہاتھی کا مہاوت کون ہے! اس کے سر پر اصل میں یہود کا جنون سوار ہے۔ یہودی مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ انہیں عراق سے خطرہ تھا۔ انہیں افغانستان سے خطرہ تھا کہ یہ اسلام کی کونپل کہیں تناور درخت نہ بن جائے۔ ؏ ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں! پاکستان سے بھی اصل خطرہ اسے یہی ہے۔ وہ ہماری ایٹمی تنصیبات کو ایک لمحے کے لئے بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ لہٰذا امریکہ کی راہنمائی کرنے والا ذہن یہودی ہے۔ سینٹ جان کی پیشین گوئیوں کے مطابق آخری زمانے میں ایک بہت بڑا خونخوار جانور ہو گا جس کی گردن پر ایک فاحشہ عورت سوار ہو گی۔ آج یہ بات بالکل واضح ہو کر آ گئی ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔

☆ امریکہ کے شدید دباؤ کے باعث ہم جنوبی وزیرستان میں فوجی کارروائی کرنے اور اپنے بے گناہ قبائلی بھائیوں کا قتلِ عام کرنے پر مجبور ہوئے ہیں' حالانکہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنے قبائلی عوام کو ناراض کرنا پاکستان کے حق میں انتہائی نقصان دہ ہے۔ عمران خان ہیں تو وہ چیخ رہے ہیں۔ مجلس عمل والوں کے بیانات تو روز ہی آ رہے ہیں۔ اسی طرح نواز شریف اور بے نظیر بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ ملک کے خلاف سازش ہے۔ یہی نہیں بلکہ اب تو پارلیمنٹ میں حکومتی ارکان بھی پھٹ پڑے ہیں کہ یہ فیصلے کہاں ہو رہے ہیں! وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ وانا آپریشن پر پارلیمنٹ کو اعتماد میں لینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اتنے اہم ایشوز بھی پارلیمنٹ میں نہیں لانے تو پھر کس کام کے لئے یہ لوگ بٹھائے ہوئے ہیں؟ یہ ڈھٹائی' بے غیرتی اور بے حیائی کا بدترین مظاہرہ ہے۔ صدر مشرف انتہائی دباؤ کے تحت یہ کام کرا رہے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص گن پوائنٹ پر کسی سے کہے کہ اگر جان بچانا چاہتے ہو تو بلیڈ سے اپنی کلائی کی نس خود کاٹو اور وہ بے وقوف جان بچانے کے لئے ایسا کر گزرے اور موت کے منہ میں چلا جائے۔ اگر ہم اللہ کے آگے نہیں جھک رہے تو امریکہ کے آگے تو جھکنا پڑے گا۔ ہم اس پر خوش ہو رہے ہیں کہ "نان نیٹو اتحادیوں" میں ہمارا نام آ گیا ہے' جبکہ یہ صرف اور صرف وقتی تھپکی ہے۔

☆ اپنے ایٹمی اثاثوں کو بچانے کی کوشش میں ہم نے 11 ستمبر 2001ء کے بعد پہلے افغان پالیسی اور طالبان حکومت کو امریکہ کے چرنوں پر قربان کیا ـــــ ہماری اس غلطی کو تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ پھر جہاد کشمیر کے موقف سے دستبرداری قبول کی ـــــ پہلے ہمارا نعرہ ہوتا تھا کہ یہ جہاد ہے جبکہ اب امریکہ کے کہنے پر ہم اسے دہشت گردی قرار دے رہے ہیں اور اس کو روکنے کے لئے پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ اب حال ہی میں اپنے ایٹمی سائنس دانوں کو قربانی کا بکرا بنا کر پوری دنیا کے سامنے ذلت و رسوائی بھگت رہے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ امریکہ ہر قیمت پر پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر اپنا کنٹرول چاہتا ہے۔ اس کا ٹارگٹ ہی یہ ہے اور وہ قدم قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ افغانستان اور عراق میں کشت و خون کا بازار گرم کرنے کے بعد اب اس کا اگلا ہدف پاکستان ہے۔ امریکہ کو خوش رکھنے اور اس کی شر انگیزی سے بچنے کے لئے ہمیں اپنی خودمختاری اور اپنے ایٹمی پروگرام کی قربانی خود اپنے ہاتھوں دینی ہو گی' ورنہ یہ قدم امریکہ خود اٹھائے گا۔

☆ ایک غیر ایٹمی پاکستان ہندوستان کے تنگ نظر اور متعصب ہندو کے رحم و کرم پر ہو گا' جو مسلمانوں کے خلاف شدید انتقامی جذبات اپنے سینے میں جمائے ہوئے ہے۔ "بغل میں چھری' منہ میں رام رام" والا ہندو امریکی پالیسی کے ساتھ ہے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو ہم دو قدم آگے بڑھتے ہیں۔ انڈین کرکٹ ٹیم اور میچ دیکھنے کے لئے وہاں سے آئے ہوئے لوگوں نے کہا کہ ہمیں اتنی پذیرائی انڈیا میں نہیں ملی جتنی یہاں آ کر ملی ہے۔ اب یہ باعثِ عزت ہے یا قابلِ رسوائی' اس کا فیصلہ خود کیجئے!

مسلمانوں کے ازلی دشمن یہود اور ہنود آج امریکہ کے تعاون سے پاکستان کا وجود مٹانے کے درپے ہیں۔ ایک طرف اس کا اسلامی تشخص بڑی تیزی سے مٹایا جا رہا ہے' تو دوسری جانب ایٹمی اثاثے اپنے قبضے میں لے کر اس کے دفاعی حصار کو بھی توڑنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا شائد ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انگریز اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے نجات دلائی تھی تاکہ ہم ایک سچی اسلامی فلاحی ریاست قائم کر سکیں اور دین و شریعت کو قائم و نافذ کریں' لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہمیں اپنی تاریخ سے بھی لاعلم رکھا گیا ہے اور اب تو نصابِ تعلیم سے ایسی چیزوں کو خارج کیا جا رہا ہے جن سے اسلام کی طرف قدم بڑھایا جا سکے۔ ہمارا اکثر تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی سکولوں میں پڑھا ہوا ہے۔ وہاں کے تو رنگ ڈھنگ ہی جدا ہیں اور پاکستان کے اندر رہتے ہوئے غیر پاکستانی قوم تیار ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے دین اور منزل کو بھلا کر دنیاداری اور نفس پرستی اختیار کر لی۔ یوں ہم علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر بن گئے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

پاک بھارت کرکٹ سیریز میں اسی کلچر کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ جو فحاشی و عریانی وہاں ہے' ہم اس سے آگے بڑھ کر اس کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سیرت و کردار اور اخلاق کی پستی میں ہم یہود کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں حضور ﷺ کی سنت سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اگرچہ پوری قوم اس جرم میں برابر کی شریک ہے' تاہم رجالِ دین اور علماء کی ذمہ داری بھاری ہے کہ انہوں نے اپنے رول کو ادا نہیں کیا۔

☆ ہمارا اصل جرم اللہ کے ساتھ وعدہ خلافی اور دین کے ساتھ بے وفائی ہے۔ ہم نے اجتماعی سطح پر دین کو آج تک قائم نہیں کیا' جس کے نتیجے میں اب تک سیاسی ابتری اور معاشی بدحالی ہمارا مقدر بنی رہی جبکہ آج ہماری آزادی و خودمختاری' ہمارا اسلامی تشخص اور ہمارا ایٹمی پروگرام شدید خطرات سے دوچار ہے۔ بقول اقبال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

درحقیقت یہ ملت کے گناہ ہیں جن کی سزا مل رہی ہے' لیکن اس کا شعور اور ادراک بھی بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

☆قومی زندگی کے اس نازک ترین موڑ پر امریکی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے رب کائنات کی مدد کا حصول ہی ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ ہے' لیکن ہم اس کو آزمانے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے رب پر اتنا بھی اعتماد نہیں!

بتوں سے تجھ کو امیدیں' خدا سے نامیدی
بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!!

سورۃ الذاریات میں ہے ''پس لپکو اور دوڑو اللہ کی طرف''۔ تمہیں آخر کار اسی کی طرف لوٹنا ہے تو اب بھی عافیت اسی میں ہے کہ اللہ کی طرف ہی رجوع کرو۔ اگر رب کائنات تمہارا ساتھ دے تو کوئی طاقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اصل قادرِ مطلق تو وہ ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے: ﴿وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین﴾ اگر تم نے اب بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا تو تم ہی سربلند اور غالب ہو گے۔'' یہ وعدہ قیامت تک کے لئے ہے۔ لیکن جب تک پوری قوم اپنا قبلہ درست نہیں کر لیتی تبدیلی واقع نہیں ہو گی۔

☆آیئے اپنے رب کو راضی کرنے اور اس کے سایۂ رحمت میں آنے کی خاطر سابقہ گناہوں پر اپنے رب سے استغفار کرتے ہوئے عہد کریں کہ اب امریکہ کو راضی کرنے کی بجائے اپنے رب کو راضی کرنا ہمارا مقصد حیات ہو گا۔ لہٰذا آئندہ ہم:

i۔ زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور ہر اس چیز کو چھوڑ دیں گے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے۔

ii۔ ہمارے دین میں جو کچھ حقوق اللہ اور حقوق العباد معین کر دیئے گئے ہیں' ان سب کو ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ حقوق کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اللہ کے ہاں ان کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

iii۔ تمام حرام باتوں سے بچیں گے' خصوصاً سود اور جوئے کی ہر شکل سے مکمل اجتناب کریں گے اور حلال روزی پر اکتفا کریں گے۔ اگر معاش کے اندر حرام شامل ہو تو اللہ تعالیٰ دعائیں قبول نہیں کرتا۔

iv۔ مغربی طرز معاشرت کو چھوڑ کر رسول آخر الزماں ﷺ کے اسوہ اور سنت کو اپنی زندگی میں رائج کریں گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ نہ صرف ذاتی زندگی میں اسلام پر عمل کریں گے بلکہ ملک خداداد پاکستان میں نظامِ خلافت یعنی حضرت محمد ﷺ کے عطا کردہ عادلانہ اجتماعی نظام کے قیام اور شریعت کے مکمل نفاذ کے لئے بھی مل جل کر جدوجہد کریں گے اور اس راہ میں اپنا تن من دھن نچھاور کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے پختہ وعدہ کیا ہے: ﴿ان تنصروا اللہ ینصرکم﴾ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تب اللہ تمہاری مدد کرے گا''۔ اللہ کی مدد کرنا یہ ہے کہ رب کی زمین پر رب کا نظام' اللہ کا دیا ہوا وہ دین حق جو محمد مصطفی ﷺ کے واسطے سے ہمیں ملا ہے اس کو قائم و غالب کیا جائے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس توبہ کو قبول کرتے ہوئے قوم یونسؑ کی طرح ہم پر سے اس عذاب کو ٹال دے جو آج ہمارے سر پر مسلط ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ہے: ﴿ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم﴾ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔''

PRESS RELEASE | پریس ریلیز

نصاب تعلیم میں تبدیلی

امریکی دباؤ کے تحت نصاب تعلیم میں تبدیلی اسلام اور وطن عزیز کے خلاف اس گھناؤنی سازش کا حصہ ہے' جس کا مقصد مسلمانوں کے قلوب و اذہان سے اسلامی جذبات کو یکسر ختم کرنا ہے تا کہ وہ بھی دجالی تہذیب کے اثرات کو مکمل طور پر قبول کر سکیں۔ ہمارے ملک کا نصاب تعلیم پہلے بھی کوئی آئیڈیل نہیں تھا جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک اپنے ملک کی کوئی منزل ہی معین نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے ہمارا نصاب تعلیم اصلاح و تبدیلی کا متقاضی تو ہے لیکن اس کا رخ وہ نہیں ہونا چاہئے جو امریکہ چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ ملک دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایک جدید اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لئے حاصل کیا تھا' لیکن تا حال ہم اپنی منزل سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں بیک وقت کئی نظام تعلیم چل رہے ہیں۔ موجودہ عالمی دجالی تہذیب کو جو مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کی حامل ہے' صرف اور صرف اسلامی نظریات سے خطرہ ہے کہ وہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام وسائل و ذرائع اور مادیت پر اعتماد کی بجائے اللہ کی ذات پر توکل و بھروسہ کی تعلیم دیتا ہے' جس کی ہمارے نصاب تعلیم میں قرآنی آیات کی صورت میں کچھ نہ کچھ جھلک موجود ہے۔ چنانچہ پاکستانی عوام اپنی حقیقی منزل نفاذ اسلام سے بہت دور ہونے کے باوجود اس دجالی تہذیب کے اثرات کے خلاف معمولی درجے میں ہی سہی کچھ نہ کچھ مزاحمت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں جو اس دجالی تہذیب کے علمبرداروں کو کسی طور گوارا نہیں۔

نصاب تعلیم میں تبدیلی کا معاملہ بہت دور رس نتائج کا حامل ہے۔ اس کا تعلق ملک کی نظریاتی اساس سے ہے' جس سے اگر لاتعلقی اختیار کر لی گئی تو پھر اس ملک کے قیام کا جواز ہی باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا ہونا یہ چاہئے کہ اس معاملے میں کسی بیرونی دباؤ کو قبول نہ کیا جائے اور ہمیں سب سے پہلے اپنے ملک و قوم کی منزل معین کر کے اس طرف سفر کا آغاز کر دینا چاہئے۔ اسی سفر میں منزل کی طرف پیش قدمی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نصاب تعلیم کی اس طور سے اصلاح کریں کہ ہماری آئندہ نسلوں کا اپنی نظریاتی اساس اور ماضی سے تعلق برقرار رہے۔ وگرنہ ہم جس طرف جا رہے ہیں وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو

ایک مثالی لیڈر؟

ایوب بیگ مرزا

4 اپریل پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی چیئرمین کا یوم وفات ہے۔ اس دن کے حوالہ سے ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی محترمہ بے نظیر بھٹو کا ایک مضمون تمام قومی اخبارات میں ''ذوالفقار علی بھٹو۔ ایک مثالی لیڈر'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے اپنے محترم والد کی خوب مدح کی ہے۔ اور انہیں ایک مثالی لیڈر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے بعد ستاون سال میں پاکستان میں صرف دو عوامی لیڈر پیدا ہوئے ہیں۔ ایک ذوالفقار علی بھٹو اور دوسرے نواز شریف۔ البتہ یہ ایک المیہ ہے اور پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ دونوں نے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا اور دونوں نے جمہوریت کا مطلب محض زیادہ ووٹ حاصل کرنا سمجھا۔

دونوں عوام میں خوب مقبول تھے البتہ ذوالفقار علی بھٹو کے پروانوں میں دیوانگی کا عنصر غالب تھا اور ان کے حریف بھی مخالفت میں انتہائی متشدد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی پھانسی پر بہت سے جیالوں نے خودسوزی کی اور مخالفین نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ جبکہ نواز شریف کی ملک بدری پر مسلم لیگی کارکن کوئی ڈھنگ کا جلوس بھی نہ نکال سکے' البتہ نواز شریف کا کوئی دشمن بھی ان کی انتہائی سزا کے حق میں نہیں تھا۔ بہرحال راقم کو اس وقت ذوالفقار علی بھٹو کے یوم وفات کے حوالے سے ان کی بیٹی محترمہ بے نظیر بھٹو کے مضمون پر تبصرہ کرنا ہے۔ کہ آیا وہ واقعتاً ایک مثالی لیڈر تھے یا نہیں۔ لہٰذا دوسرے عوامی لیڈر نواز شریف کی کارکردگی پر پھر کبھی تبصرہ ہوگا۔ فی الحال صرف ذوالفقار علی بھٹو کی خوبیوں اور خامیوں پر کچھ تبصرہ ہوگا اور فیصلہ قارئین پر چھوڑا جائے گا کہ کیا وہ ایک مثالی لیڈر تھے؟

ذوالفقار علی بھٹو اندرونِ سندھ کے ایک بہت بڑے وڈیرے کے گھر میں پیدا ہوئے جو سندھ کی سیاست پر پوری طرح حاوی تھا۔ وہ ایک ذہین طالب علم تھے۔ انہوں نے انگلینڈ کی ایک یونیورسٹی سے انٹرنیشنل افیئرز میں ماسٹرز کیا اور پاکستان واپس تشریف لے آئے۔ ایوب خان کے دور سے انہوں نے ایک وزیر کی حیثیت سے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز کیا۔ وہ اگرچہ قدرتی وسائل کے وزیر بنائے گئے لیکن انہوں نے خارجہ امور میں مسلسل دلچسپی کا اظہار کیا۔ بھٹو سورن سنگھ مذاکرات نے انہیں بہت شہرت دی اور محمد علی بوگرہ کی وفات کے بعد انہیں ایوب خان نے اپنا وزیر خارجہ بنا لیا۔ پاک چین دوستی کی بنیاد اگرچہ صدر ایوب کے ایماء پر محمد علی بوگرہ نے رکھی تھی لیکن اس دوستی کو صحیح معنوں میں مستحکم اور پائیدار بنیادوں پر استوار یقیناً ذوالفقار علی بھٹو نے کیا۔ بھٹو کے وزیر خارجہ بننے کے بعد پہلی اور شاید آخری بار یہ محسوس ہونا شروع ہوا کہ پاکستان آزاد خارجہ پالیسی اپنا رہا ہے۔ بھٹو ایک بہادر اور بے باک انسان تھا' وہ کسی قسم کے احساسِ کمتری کا شکار نہ تھا اور دب کر رہنا نہیں جانتا تھا۔ عالمی رہنماؤں کی ایک محفل میں امریکی وزیر خارجہ غالباً جان فاسٹر ڈلس نے بڑی حقارت سے کہا:

India and Pakistan both are dogs and they always bite on our knee.

بھٹو نے برجستہ جواب دیا:

Sir, this time we will bite bit higher

تیسری دنیا کے کسی رہنماء کی یہ جرأت نہ تھی' نہ ہے کہ کسی امریکی رہنما کو اس طرح جواب دے۔ بھٹو نے وزیراعظم بننے کے بعد ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور وہ تھا 1973ء کے آئین کی متفقہ تشکیل۔ بھٹو نے صبر و تحمل اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا اور اپوزیشن کا تعاون حاصل کر کے ملک کو متفقہ آئین دینے میں کامیاب ہوئے۔ بعد میں آنے والے فوجی طالع آزماؤں نے اس آئین کی بعض شقیں معطل کر کے اپنے اقتدار کا راستہ تو ہموار کیا لیکن اس آئین کو منسوخ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ آئندہ کوئی متفقہ آئین تشکیل نہیں دیا جا سکے گا۔ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جس کی تحسین نہ کرنا زیادتی ہوگی۔

1953ء میں احمدیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی' جانی نقصان بھی ہوا۔ پنجاب مارشل لاء کی زد میں آیا لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ احمدیوں کے خلاف تحریک بھٹو دور میں بھی چلی' بھٹو نے اس تحریک سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ نمٹا۔ اگرچہ بڑے بڑے لیڈروں نے بھٹو کو مشورہ دیا کہ وہ احمدیوں کو یکطرفہ طور پر اقلیت قرار دے دے' وہ ہیرو بن جائے گا لیکن اس نے جمہوری طریقہ اختیار کیا۔ فریقین کو پارلیمنٹ میں پورا پورا موقع دیا کہ وہ اپنا موقف بیان کریں۔ احمدیوں کے سربراہ نے اپنا موقف کھل کر بیان کیا۔ اس سے سوالات کئے گئے اور پارلیمنٹ نے دلائل کی بنیاد پر فیصلہ دیا کہ احمدی' لاہوری ہو یا قادیانی وہ مسلمان نہیں کہلا سکے گا۔ یعنی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ چاہنے کے باوجود دشمن بھی اعتراض نہ کر سکا۔

1974ء میں بھارت نے ایٹمی دھماکا کیا تو بھٹو نے کابینہ کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور پُرعزم انداز میں اعلان کیا کہ ہم گھاس کھالیں گے' ایٹم بم ضرور بنائیں گے' اسی دوران ڈاکٹر عبدالقدیر سے رابطہ کر کے انہیں یہ اہم فریضہ سونپا۔ بھٹو اگرچہ عملی مسلمان نہیں تھے لیکن مسلمانوں کی حالت پر بہت کڑھتے تھے۔ انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ببانگ دہل کہا کہ مسلمان کی تقدیر یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یورپ کی بالادستی کو قبول کر لیں انہوں نے لاہور میں OIC کا سربراہی اجلاس منعقد کیا اور شاہ فیصل مرحوم سے مل کر اسلامی ممالک کا ایک مضبوط اتحاد بنانے کی کوشش کی۔ یورپ اور امریکہ کی عیسائی دنیا اور اسرائیل کے یہودی بھٹو کے ان دو جرائم یعنی ایٹم بم بنانے کی کوشش اور امت مسلمہ کے اتحاد کی خواہش کو قطعی طور پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھے۔ لہٰذا امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے لاہور کے گورنر ہاؤس میں ذوالفقار علی بھٹو کو ان دونوں کاموں سے لاتعلق کرنے کی بھرپور کوشش کی' لیکن جب بھٹو رضامند نہ ہوا تو کسنجر نے کھلم کھلا دھمکی دی کہ وہ اسے نشانِ عبرت بنا دیں گے۔ لیکن بھٹو قوم اور امت کے مفاد کو تج کرنے پر تیار نہ ہوا۔ بھٹو نے بھرپور کوشش کی کہ مشرقِ وسطیٰ' افریقہ' مشرقی ایشیا اور جنوبی ایشیا جنہیں وہ تیسری دنیا کا نام دیتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کے شکنجے سے نکلیں انہوں نے مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان رہنماؤں کو تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ سب کچھ امریکی سامراج کے مفاد کے خلاف تھا۔ لہٰذا انہیں سزا دینے کا فیصلہ کیا گیا اور کسی نے بالکل سچ کہا کہ بھٹو کو پھانسی دینے میں ضیاء الحق کا رول تارا مسیح سے زیادہ نہیں تھا' اصل کردار

سفید سامراج نے ادا کیا۔ کیونکہ بھٹو عالمی سطح پر سامراج دشمن رول ادا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسا شخص سامراجی قوتوں کے غیظ وغضب سے کیسے بچ سکتا تھا۔ جب بھٹو نے حکومت سنبھالی تو پاکستان شکست وریخت کا شکار ہو چکا تھا۔ قوم کا مورال بہت پست ہو چکا تھا۔ پاکستانی افواج اپنے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھیں' بھارتیوں کا مورال آسمان سے باتیں کر رہا تھا وہ فاتح اور ہم شکست خوردہ تھے ہمارے پینتالیس ہزار فوجی جوان کی قید میں تھے۔ اس پس منظر میں شملہ معاہدہ بھٹو کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ last but not the least بھٹو نے پاکستان میں پسے ہوئے اور پسماندہ عوام کو سیاسی شعور دیا۔ کسانوں اور مزدوروں کو ان کی اپنی اہمیت کا احساس دلایا۔ دنیا کے اس کارخانہ میں ان کا ایک اہم رول ہے۔ بھٹو عوام کی نبض پر ہاتھ رکھتا تھا اور عالمی حالات پر گہری نگاہ رکھتا تھا۔

اب آیئے بھٹو کی خامیوں کی طرف۔ وہ ایک رنگین مزاج آدمی تھا۔ عورت اور شراب اس کی کمزوری تھی جسے وہ چھپانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پاکستان کے دو لخت ہونے کی بہت سی وجوہات تھیں اور اس کی بنیاد بہت پہلے رکھ دی گئی تھی لیکن پاکستان کے توڑنے کا سہرا تین اشخاص کے سر باندھا جاتا ہے۔ یحییٰ' مجیب اور بھٹو۔ اس میں اس حد تک صداقت موجود ہے کہ بھٹو کو 1971ء کے انتخابات کے نتائج بلاعذر تسلیم کرتے ہوئے مجیب حکومت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے تھی اور اپنے لئے اپوزیشن کا رول منتخب کرنا چاہئے تھا۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ بھٹو نے ''اُدھر تم اِدھر ہم'' کا نعرہ نہیں لگایا تھا اور یہ خواہ مخواہ ان سے منسوب کر دیا گیا ہے تب بھی یہ کہنا کہ ڈھاکہ میں آئین ساز اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے مغربی پاکستان سے جانے والوں کی ٹانگیں توڑ دوں گا' اسی نعرہ کی عملی شکل تھی۔ مزدوروں اور کسانوں کی حمایت میں نعرہ بازی کرنے کے باوجود وہ خود وڈیرے کی کھال سے باہر نہ نکل سکا وہ جذباتی اور منتقم مزاج انسان تھا۔ دشمنی پر آتا۔ تو بڑی نچلی سطح پر اتر آتا اس نے سیاست دانوں پر بھینس چوری کرنے کے مقدمات قائم کئے اور انہیں ختم کرنے کے احکامات جاری کئے۔ بڑی صنعتوں کو قومیا کر اس نے ملکی معیشت کو زبردست نقصان پہنچایا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہماری بیوروکریسی میں انتہائی بددیانت اور خائن افسران کی غالب اکثریت ہے' صنعتوں کو قومیا کر ملک دشمنی کی گئی۔ کسان اور مزدور کو سیاسی شعور دینا تو بہت مفید تھا لیکن انہیں زمینداروں اور صنعتکاروں کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے کی ترغیب دینا ایک گھناؤنا جرم تھا۔ Practicing Muslim نہ ہونا اور بات ہے لیکن اسلام کے نام پر بننے والی ریاست میں مذہبی شعار کا مذاق اڑانا ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ بھٹو نے 1973ء کا متفقہ آئین بنا کر یقیناً ایک سنہری کارنامہ سرانجام دیا لیکن جلد ہی اسے موم کی ناک بنا دیا اور اس میں یک طرفہ طور پر سات ترامیم کر ڈالیں۔ بھٹو نے ڈاکٹر مبشر جیسے انتہا پسند کو وزیر خزانہ مقرر کر کے پاکستانی معیشت کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس نے نیشنلائزیشن اور کرنسی کی قیمت میں یکدم ایک سو چالیس فیصد کمی کر کے معیشت کی کمر توڑ دی اور غیر ملکی قرضوں کا بوجھ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ امت مسلمہ کا اتحاد اور امریکی سامراج کے شکنجہ سے تیسری دنیا کی آزادی کی بھرپور کوشش یقیناً یہ کرنے والے کام تھے لیکن اس کے لئے خاموش ہوم ورک اور دھیمے انداز سے آگے بڑھنے کی ضرورت تھی۔ لیکن جذباتی اور جلد باز بھٹو سب کچھ جلد اور اپنے ہاتھوں سے کرنا چاہتا تھا جس کا نقصان اس نے خود بھی اٹھایا' پاکستان کو بھی ہوا اور امت مسلمہ پر امریکی شکنجہ مزید سخت ہو گیا۔ بھٹو جمہوریت اور عوامی راج کا بڑا واویلا کرتا تھا لیکن عملاً اقتدار کو اپنی ذات میں مرتکز کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ راقم کی رائے میں 1977ء کے انتخابات بھٹو نے ہی جیتے تھے۔ لیکن بڑی فتح حاصل کرنے کی کوشش میں دھاندلی کی اور پھر ایک تحریک کے نتیجے میں سب کچھ گنوا لیا۔ بھٹو Over Confident تھا اور اپنے ہی ساتھیوں کی سر محفل تذلیل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا تھا۔

ان خوبیوں اور خامیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قارئین کا کام ہے کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں فیصلہ کریں کہ کیا وہ ایک مثالی لیڈر تھے یا نہیں' راقم صرف یہ کہنے پر اکتفا کرے گا کہ اگر انہوں نے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم نہ لیا ہوتا اور ان کے قلب و ذہن میں سوشلزم کی بجائے اسلام راسخ ہوتا تو پاکستان کی تقدیر بدل جاتی۔ یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس شخص میں صلاحیت تھی' ذہانت تھی اور محنت شاقہ کا وہ عادی تھا وہ جب کچھ کر گزرنے کا عزم کرتا تھا تو کوئی شے اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔ کاش! اے کاش رخ اور سمت درست ہوتی۔

بقیہ: یادِ رفتگان

کے دروس میں بھی بلایا جاتا اور کھیل کا فروغ بھی ہوتا''۔ وہ ورزش کے بہانے نوجوانوں کو دریا کے کنارے بھی لے جاتے اور وہاں ان کو مختلف قسم کی ٹریننگ دیتے۔ نشانہ بازی' دوڑ لگانا' ہائیکنگ' کشتی لڑنا اور جمناسٹک ان کو سکھاتے اور خود بھی سیکھتے ایک دن دورانِ مشق آپ دوسرے ساتھی کے سر پر ہاتھ رکھ کر چھلانگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ توازن برقرار نہ رکھ سکے اور نیچے گر گئے۔ اس سے ریڑھ کی ہڈی کے مہروں اور گردن پر شدید چوٹ آئی۔ مہرے اپنی جگہ سے ہل گئے اور نچلا دھڑ تقریباً مفلوج ہو گیا۔

شیخ یاسین شہید غزہ کی مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے جہاں انہوں نے دین کے حرکی تصور کی تبلیغ زوروں پر کی اور اپنے خطبوں سے جذبہ جہاد وحریت زندہ کیا۔ لوگ خصوصاً نوجوانوں کی بڑی تعداد ان کا خطبہ سننے کے لئے دور دور سے کھنچی چلی آتی اور وہ الفاظ کا جادو جگاتے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے اکثر رہنما (دینی اور تحریکی رہنما) ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے فن میں طاق ہیں۔ ایک محترم امیر نے تو اپنے دور امارت کے شروع میں دہلی کے لال قلعہ پر ہلالی پرچم لہرانے کا اعلان فرما دیا تھا۔

شیخ یٰسین شہید کے ہاں جوش کے ساتھ ہوش بھی پایا جاتا تھا۔ وہ زمینی حقائق پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کے مطابق صحیح فیصلے کرتے تھے۔ شیخ احمد یٰسین اکثر کہا کرتے تھے کہ اسرائیل کا زوال 2027ء میں ہوگا یعنی اب سے 23 سال کے بعد ــــ جب ان سے اس کی تشریح پوچھی جاتی تو وہ بتاتے کہ نسلیں ہر چالیس سال کے بعد تبدیل ہوتی ہیں۔ پہلے چالیس سال میں ہماری کمزوری کے باعث اسرائیل وجود میں آیا۔ دوسرے چالیس سال میں وہ نسل پیدا ہوئی جس نے اس کے خلاف مزاحمت اور انتفاضہ کیا اور تیسری نسل جو 2027ء میں آئے گی اس کے ہاتھوں فلسطین آزاد ہوگا۔ طویل جدوجہد کے بعد جب ان سے ان کی خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میری ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ مجھ سے راضی ہو''۔ رات کے آخری پہر کی وہ کوئی دعا تھی جو قبول ہوئی۔ شیخ نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنی وہیل چیئر پر مسجد سے باہر نکلے ہی تھے کہ اسرائیلی فوجیوں نے میزائل مار کر انہیں شہید کر دیا۔ صدق دل سے شہادت کی تمنا کرنے والے وہ بوڑھے معذور مجاہد اس درجہ پر فائز ہو گئے۔

یہ خون جو ہے مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن
کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں

اسرائیلیو! تم نے ایک شیخ احمد یٰسین کو شہید کیا' تمہیں کیا معلوم اُس کے خون کے ایک ایک قطرہ سے سینکڑوں شیخ احمد یٰسین پیدا ہوں گے۔

ہم سے جو ہو سکا کر گزرے
دوستو! اب تمہاری باری ہے

ان کی نماز جنازہ میں پانچ لاکھ افراد کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ رب کریم سے ہماری دعا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مشاہیر جنگ آزادی' فرداً فرداً

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ

سید قاسم محمود

ایک فاضل وکامل جو درس وتدریس میں یکتاءِ روزگار ہے تو شعر وسخن کا استاذ فن کار' محاضرہ اور مذاکرہ کے وقت میرِ مجلس ہے تو بساطِ شطرنج پر رونقِ محفل۔ اور کبھی ایک ہی وقت میں مدرس ومعلم بھی ہے اور استاذِ شطرنج بھی۔ تذکرہ علماء ہند کے مصنف رحمان علی خان صاحب 1264ھ میں (جبکہ علامہ موصوف لکھنؤ میں قیام فرما تھے) ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو حیران رہ گئے کہ

دعین حقہ کشی و شطرنج بازی تلمیذے را سبق ''الافق المبین'' ے داد و مطالب کتب را باحسن بیانی دلنشین ے نمود۔

شانِ جامعیت کی یہ ندرت کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اگر ایک وقت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے مدمقابل تھے تو دوسرے وقت اسی راہ پر گامزن۔ ایک وقت اگر انگریز کے وفادار اور انگریزی محکمہ کے سررشتہ دار تھے تو دوسرے وقت جہادِ حریت کے علمبردار اور کٹہرہ عدالت میں ایک سیاسی ملزم کی حیثیت سے حاضر۔ ایک طرف زندگی کا ہر ایک دور ناز و نعم' عزت وعظمت سے ہم کنار ہے تو اسی زندگی کا ایک دور پابند سلاسل اور دیارِ غربت میں وحشت بداماں۔

ولادت اور تعلیم وتربیت

مولانا فضل حق صاحب 1212ھ (1797ء) میں اپنے آبائی وطن خیر آباد ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا فضل امام صاحب دہلی میں صدر الصدور تھے۔ مولانا فضل حق کی تعلیم وتربیت آپ کے ہی زیرسایہ دہلی میں ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارگاہِ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔ تیرہ سال کی عمر میں تمام عقلی ونقلی علوم کی تکمیل کر لی۔ چار ماہ اور چند روز میں قرآن مجید حفظ کیا۔

والد ماجد کے انتقال کے وقت علامہ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔ خاندانی ذمہ داریوں کا بار پڑا۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا۔ دہلی میں ریزیڈنٹ رہا کرتا تھا۔ اس کے محکمہ کے سررشتہ دار ہو گئے۔

سلطنتِ مغلیہ کا چراغِ سحری اگرچہ بے نور ہوتا جا رہا تھا مگر علم وفن کے کتنے گوہر شب تاب تھے جن کے دم سے اس زمانہ کی دلی بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ خاندانِ ولی اللہ کے جانشین مولانا شاہ اسحاق صاحب شاہ عبدالغنی صاحب' حضرت شاہ ابوسعید صاحب مجددی' حضرت شاہ غلام علی صاحب اور ان ارباب فضل وکمال کے علاوہ بڑے بڑے کہنہ مشق اساتذۂ شعر وسخن مولوی امام بخش صہبائی' علامہ عبداللہ خان علوی' حکیم مومن خان مومن' مفتی صدرالدین خان آزردہ' مرزا اسداللہ خاں غالب' نواب ضیاء الدین خاں نیر' شاہ نصیرالدین نصیر' شیخ محمد ابراہیم ذوق' حکیم آغا خاں عیش' حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان' میر حسن تسکین اور خدا جانے کتنے سخنوران باکمال کا جھمگھٹا اسی دہلی میں تھا۔ مولانا فضل حق صاحب جیسا باکمال' ان سب کا قدردان تھا اور یہ سب علامہ کے قدرشناس۔

اسی زمانہ کا ولی عہد ''ابوظفر بہادر شاہ'' خود بھی شعر وسخن کا شاہ تھا اور اہلِ علم کی قدردانی میں بھی شاہانہ شان رکھتا تھا۔ علامہ سے اس کو یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ جب علامہ دہلی کی ملازمت ترک کر کے جھجھر جانے لگے اور وداعی ملاقات کے لئے ولی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہادر شاہ نے اپنا خاص دوشالہ آپ کو اوڑھایا اور آبدیدہ ہو کر کہا:

''آپ فرما رہے ہیں کہ میں رخصت ہوتا ہوں۔ میں بھی مجبور ہوں' قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ مگر خدائے علیم خوب جانتا ہے کہ سینکڑوں جرِ ثقیل کام میں لائے جائیں' تب کہیں لفظ وداع دل سے زبان تک آ سکتا ہے۔''

دہلی سے جھجھر وغیرہ

بے شک اربابِ فقر اور اصحابِ توکل علماء اور مشائخ کی ایک جماعت تھی جنہوں نے کمپنی کی ملازمت تو کیا مسلمان بادشاہوں کی بھی ملازمت پسند نہیں کی۔ علامہ فضل حق کا مسلک دوسرا تھا۔ آپ نے ملازمت کی مگر اس طرح کہ آپ کی نازک مزاجی نے عزتِ نفس' خودداری اور وقارِ علم کے دامن کو کبھی میلا نہیں ہونے دیا۔ بظاہر یہی سبب تھا کہ کہیں آپ کا قیام مستقل نہیں رہا۔

ریزیڈنٹ دہلی کے یہاں جب تک سررشتہ دار رہے' عزت کے ساتھ رہے اور جب آ گینۂ عزت میں بال آنے لگا تو نہ صرف ملازمت ترک کی بلکہ دہلی کی بود وباش بھی ترک کر دی۔

علامہ کی قابلیت مشہور تھی۔ قدردانوں سے دنیا خالی نہیں تھی۔ نواب فیض محمد خاں والی جھجھر نے موقع غنیمت جانا اور فوراً مبلغ پانچ سو روپیہ ماہانہ کی پیشکش کر دی۔ علامہ نے اس کو منظور کیا اور جھجھر تشریف لے گئے۔ ایک عرصہ تک جھجھر رہے۔ پھر مہاراجہ الور نے بلا لیا۔ الور سے آپ سہارن پور گئے۔ بعد ازاں آٹھ برس رامپور میں رہے۔ پھر لکھنؤ میں پہلے صدرالصدور بنائے گئے۔ جب ایک نئی کچہری ''حضور تحصیل'' کے نام سے بنی تو اس کے مہتمم قرار پائے۔

مولانا امیر علی کی شہادت

مولانا لکھنؤ میں قیام فرما تھے کہ ہنومان گڈھی کے فساد' شاہ غلام حسین صاحب اور ان کے 269 رفقاء کی شہادت پھر مولانا امیر علی صاحب کی دعوت جہاد اور چھ سو مجاہدین کے ساتھ توپ دم کئے جانے کا خوں چکاں اور دل فگار حادثہ پیش آیا۔ مولانا اس عرصہ میں حکومت کی ایک ذمہ دار افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے' اور بقول مولانا عبدالشاہد خاں صاحب شروانی مصنف ''باغی ہندوستان'':

''جب مولانا امیر علی شاہ صاحب کو سمجھانے کے لئے علماء اور امراء کو بھیجا گیا تو علامہ نے بھی عہدے کی ذمہ داری اور بسہولت مطلب براری کی بناء پر گفتگو میں حصہ لیا۔''

یہ گفتگو ناکام ہوئی۔ مولانا امیر علی شاہ نے اپنے عزم میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بالآخر اپنے رفقاء کے ساتھ بڑے مزے سے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن تعجب نہ کرنا چاہئے اگر اس عجیب وغریب حادثہ سے مولانا جیسے ذکی اور ذہین وفہیم نے یہ اثر لیا کہ آپ انگریزوں کی ڈپلومیسی سے متنفر ہو کر انقلاب کی تمنا کرنے لگے کیونکہ اگر بالفرض یہ صحیح نہ ہو کہ اس پورے ہنگامہ قتل وخون اور شعبدۂ جور وجفا کے آلات وذرائع کو پس پردہ حرکت دینے والا انگریز تھا تو اس بات کے تسلیم کرنے میں تو تامل نہ ہونا چاہئے کہ ان واقعات اور حوادث سے انگریز نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

پس منظر

تقریباً پوری ایک صدی ہو چکی تھی جب سے انگریزوں کی خفیہ تدبیریں شاہانِ اودھ کو کمزور سے کمزور تر کرنے میں مصروف تھیں اور اب ایک آخری فیصلہ کی تیاری ہو رہی تھی کہ واجد علی شاہ کو معزول اور پورے اودھ پر بلاشرکت غیرے مکمل قبضہ کر لیا جائے۔ باشندگان اودھ کے لئے اس جرعہ تلخ کو خوشگوار اسی صورت سے بنایا جا سکتا تھا کہ ہندو اور مسلمان تمام ہی باشندے واجد علی شاہ اور اس کی حکومت سے متنفر اور برافروختہ ہو جائیں۔ اس موقع پر انگریز کا یہ مقصد بہت آسانی سے پورا ہو رہا تھا۔ کیونکہ پردۂ سیمیں پر واجد علی شاہ کی مورت تھی۔ چنانچہ ہندو اور مسلمانوں نے اسی کو ملعون اور مردود قرار دیا۔ مگر بات کی تہہ کو پہنچنے والے تو اس وقت بھی اس تماشہ کو حیرت سے دیکھ کر اس کے مضمرات کا مطالعہ کر رہے ہوں گے کہ:

> ''ہنومان گڈھی کے حادثہ کے وقت انگریز افسر موجود تھے مگر ایسے بے بس و لاچار یا ایسے بھولے کہ بیراگیوں نے مسجد میں گھس کر 269 مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا اور ان بے چاروں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے باتیں ہی کرتے رہے۔''

قیصر التواریخ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے اپنے ایک خاص دوست کے چشم دید بیان (جو اس وقت وہاں موجود تھا) لکھے ہیں:

> اس عرصہ میں باران رحمت نازل ہوئی۔ ایک ساعت تک جدال وقتال موقوف رہی۔ اسی وقت ایک کبڑیا ہمراہی غلام حسین کے واسطے جو دو دن سے بے آب و دانہ تھے' کھانا لایا۔ کپتان آر صاحب اور جان ہری نے اپنے سپاہیوں کو بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم کمریں کھول کر بہت اطمینان سے جامع مسجد میں بیٹھو' باہر نہ نکلو۔ کوئی تم سے فساد نہ کر سکے گا۔ وہ کمریں کھول کر کھانا کھانے لگے۔ اب زبانی مرزا علی اعلیٰ کے ہے (جو مؤلف کتاب سے وقت روانگی کربلا کہ اس شب خاص کربلا میں میرے پاس رہے تھے) بیان کرتے تھے کہ دونوں انگریز دور میں خود اور مرزا نثار حسین مع اپنی سپاہ اور توپ وہاں سے ہٹ کر بڑی دور درخت کھرنی کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ ایک ساعت نہ گزری کہ بیراگی ہزاروں گولر لئے نعرہ مارتے آ کر مسجد کو گھیر لیا اور رجب علی شاہ فقیر کے کوٹھے سے چڑھ کر غلام حسین کے ہمراہیوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیا اور مسجد میں آ کر 269 آدمیوں کو ذبح کیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''

لیکن اسی انگریز ذات کا افسر کپتان بارلوٗ مولانا امیر علی شاہ کے مقابلہ میں اتنا چاق و چوبند ہے کہ نماز ظہر ختم ہونے کا بھی انتظار گوارا نہیں کیا۔ خاص نماز کے وقت گولوں کی زد پر رکھ کر ان کمزور نہتوں کے پرخچے اڑا دیئے اور جو باقی بچے' ان کو بعد میں گولیوں کا نشانہ بنا ڈالا۔ اور لطف یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ واجد علی شاہ کی حکومت کے نام پر' جو ابھی تک مولانا امیر علی کے معاملہ میں علماء سے فتوے ہی لکھوا رہا تھا۔ کیا انگریز افسروں کے اس تغافل اور اس چستی کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہندو

> میرا جوتا اور لباس تک اتار کر موٹے اور سخت کپڑے پہنا دیئے۔ نرم بستر چھین کر خراب' سخت اور تکلیف دہ بچھونا حوالہ کر دیا۔ گویا کانٹے بچھا دیئے گئے یا دہکتی ہوئی چنگاریاں ڈال دی گئی تھیں۔

مسلمانوں میں منافرت پیدا ہو۔ واجد علی شاہ بدنام ہو اور انگریز کا بول بالا ہو۔

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس روز مولانا امیر علی شاہ صاحب اودھ میں شہید کئے گئے' اسی روز حکومتِ اودھ سے واجد علی شاہ کی معزولی کا فیصلہ لندن کی پارلیمنٹ میں صادر کیا گیا۔

بہرحال یہ واقعہ بھی ایک زیرک اور فہیم کے لئے سبق آموز تھا۔ چنانچہ مولانا سید احمد شاہ صاحب نے اس سے یہی سبق لیا تھا کہ باعثِ فتنہ ہندو ہے نہ مسلمان اور نہ مجبور و مقہور واجد علی شاہ' بلکہ اس فتنہ و فساد کے بیج کار پردازان کمپنی نے بوئے ہیں۔ وقت کا سب سے ضروری مطالبہ یہ ہے کہ ان بیج بونے والوں کو وطن سے نکالا جائے۔

اس حادثہ کے بعد ہی مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب آگرہ سے لکھنؤ پہنچے۔ مولانا فضل حق صاحب سے ملاقات کی۔

اس کے مولانا فضل حق وہ نہیں تھے جو ہمیشہ سے تھے۔ وہ اب داعی انقلاب تھے۔ لکھنؤ کو خیرباد کہا اور الور پہنچ کر نئی بساط بچھائی۔ خود مولانا فضل حق صاحب نے بھی ''الثورۃ الہندیہ'' میں اپنے اس فکری تبدیلی کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے اسباب میں اگرچہ اس واقعہ کا نام نہیں لیا لیکن جو سبب بیان کئے ہیں ان کے دلائل و شواہد اسی قسم کے واقعات ہو سکتے ہیں مثلاً سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ نصاریٰ کی کوشش ہے کہ تمام مذہب بدل کر صرف ایک مذہب نصرانیت و عیسائیت باقی رکھا جائے۔ دوسرا سبب یہ کہ جملہ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر کے وہ ہندوستانیوں کے خورد و نوش کو بھی اپنی قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں سے ان کے مذہبی مراسم مثلاً ختنہ وغیرہ ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

ہنگامہ 1857ء

1857ء کا ہنگامہ شروع ہوا تو مولانا الور میں تھے۔ وہ علماء مجاہدین جو ایک عرصہ پہلے سے اپنا نصب العین استخلاص وطن بنا چکے تھے' ابتداء میں وہ بھی شامل رہے کیونکہ یہ ہنگامہ ان کے کسی پروگرام کا نتیجہ نہیں تھا۔ اس کی ابتداء فوجوں کی بدولی سے ہوئی تھی اور پھر اگرچہ دہلی پر انقلابی فوجوں نے قبضہ کر کے بہادر شاہ کو بادشاہ بنا دیا تھا' مگر ان کارروائیوں میں کوئی ایسا ضبط نہیں تھا جو نظر شریعت میں قابل اعتماد ہو۔

جب 2 جولائی کو جنرل بخت خاں نے ایک لشکر جرار کے ساتھ دہلی پہنچ کر نظم و ضبط قائم کر دیا تو ان اصحاب الرائے علماء کو بھی اطمینان ہوا۔ اب ایک فتویٰ بھی مرتب کیا گیا اور بقول منشی ذکاء اللہ خان صاحب مساجد کے ممبروں پر بھی تذکرۂ جہاد ہونے لگا۔

غالباً اسی کشمکش و پیچ کے سبب سے مولانا فضل حق بھی اگست سے پہلے دہلی نہیں پہنچ سکے۔ جب فتویٰ کی اشاعت ہوئی' تب مولانا نے بھی دہلی کا قصد فرمایا۔ خود مولانا اپنی خود نوشت سوانح قید و بند' ''الثورۃ الہندیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> (دہلی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا) کہ کچھ دیہات و قصبات اور شہروں سے بہادر مسلمانوں کی جماعت جدال وقتال اور غزوہ و جہاد کے لئے اٹھی۔ اس سے پہلے وہ خدا ترس تارک دنیا علماء سے ائمہ اجتہاد کے فتاویٰ کی روشنی میں وجوبِ جہاد کا فتویٰ حاصل کر چکی تھی۔

دہلی میں حضرت مولانا فضل حق'' کی مصروفیتوں کے متعلق معلومات کا ذخیرہ صرف یہی ہے۔ اس کے ماسوا قیاس ہے۔ جس کا دامن بہت وسیع ہے۔

دہلی سے روانگی

19 ستمبر کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہوا۔ مولانا اور ان کے اہل و عیال پانچ روز تک کسی مکان میں بھوکے پیاسے بند رہے۔ پھر رات کی تاریکی میں اہل و عیال ساتھ لے کر نکلے اور پاپیادہ سفر کی مصیبتیں جھیلتے

ہوئے بھیلن پور ضلع علی گڑھ پہنچے۔ یہاں اٹھارہ روز چھپے رہے۔ پھر نواب صدر یار جنگ بہادر (مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی) کے عم محترم نواب عبدالشکور خاں رئیس بھیکن پور نے سانکرہ کے گھاٹ سے جو بھیکن پور سے آٹھ میل پر ہے' دریا کے پار اتار دیا پھر کچھ مدت چھپے رہے۔

گرفتاری

جب ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے عفوِ عام کا اعلان ہو گیا تو مولانا بھی اس پر بھروسہ کر کے اپنے وطن خیر آباد پہنچ گئے۔ فرماتے ہیں:

''مجھے اس کا بالکل خیال نہ رہا کہ بے ایمان کے عہد و پیمان پر بھروسہ اور بے دین کی قسم پر اعتماد کسی بھی حالت میں درست نہیں ہے خصوصاً جبکہ وہ بے دین جزا و سزا آخرت کا بھی قائل نہ ہو۔''

چند روز اطمینان سے گھر پر رہے۔ پھر دو آدمیوں نے آپ کی مخبری کر دی۔ گرفتار ہوئے' مقدمہ چلا۔ عبور دریائے شور کی سزا تجویز ہوئی اور تمام مال و اسباب حتیٰ کہ کتابیں بھی ضبط کر لی گئیں۔ حسب ضابطہ کچھ عرصہ ہندوستان کے جیل خانہ میں رہے۔ جہاں خود مولانا کے ارشاد کے مطابق:

''ہر ممکن اذیت پہنچائی گئی اور قصور صرف یہ تھا کہ وہ ایمان و اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے اور ان کا شمار علماء اعلام میں ہوتا تھا۔''

جیل کی اذیتوں کا خاکہ

مولانا نے اپنی تصنیف ''الثورۃ الہندیہ'' میں ہندوستان کے جیل خانوں' انڈمان اور وہاں کے مصائب و تکالیف کو تفصیل سے بیان کیا ہے چند اقتباسات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

مکر و تلبیس سے جب نصاریٰ نے مجھے قید کر لیا تو ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ' اور ایک سخت زمین سے دوسری سخت زمین میں منتقل کرنا شروع کیا۔ مصیبت پر مصیبت اور غم پر غم پہنچایا۔ میرا جوتا اور لباس تک اتار کر موٹے اور سخت کپڑے پہنا دیئے۔ نرم بستر چھین کر خراب' سخت اور تکلیف دہ بچھونا حوالہ کر دیا۔ گویا کانٹے بچھا دیئے گئے یا دہکتی ہوئی چنگاریاں ڈال دی گئی تھیں۔ میرے پاس لوٹا' پیالہ اور کوئی برتن تک نہیں چھوڑا۔ بخل سے ماش کی دال کھلائی اور گرم پانی پلایا۔ کوئی گرمجوش دوست تو کیا ملتا' گرم جوش پانی دیا گیا۔ اس ضعیفی اور پیرانہ سالی میں ہر وقت اور ہر آن ذلت و توہین سے کام لیا گیا۔

جزیرہ انڈمان

پھر مجھے دریائے شور کے کنارے ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا دیا گیا۔ جس کی آب و ہوا نا موافق' جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا ہے۔ اس کی گھاٹیاں دشوار گزار' پیچ در پیچ جنہیں دریائے شور کی موجیں ڈھانپ لیتی ہیں۔ اس کی نسیم صبح بھی سموم سے زیادہ گرم' غذا حنظل سے زیادہ کڑوی اور زہر ہلاہل سے زیادہ مضر' اس کا پانی سانپوں کے زہر سے زیادہ ضرر رساں۔ ہر کوٹھری پر چھپر تھا جس میں رنج و مرض بھرا ہوا تھا۔ میری آنکھوں کی طرح ان کی چھتیں ٹپکتی رہتی تھیں اور ان سے بدبو مہکتی رہتی تھی۔ امراض کی کثرت' بیماری عام' دوا ناپید اور مشکل۔ خارش اور قوبا (ایک بیماری) کا رواج عام۔ بیمار کے علاج' تندرست کے بقاء صحت اور زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی کوئی مصیبت یہاں کی مصیبتوں پر قیاس نہیں کی جا سکتی۔ یہاں کی معمولی بیماری بھی خطرناک ہے۔ بخار موت کا پیغام' مرض سرسام اور برسام۔ ہلاکت کی علت تام ہے' اور کتنی ہی بیماریاں ایسی ہیں کہ طب کی کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ حالت کہ مرض کچھ دوا کچھ۔ مرنے والوں کے ساتھ یہ سلوک کہ مردہ خاکروب کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو اس کے کپڑے اتار کر ٹانگ پکڑ کر ریگ کے تودے میں دبا دیتا ہے۔ نہ غسل' نہ کفن' نہ دفن اور نہ نماز جنازہ۔ اگر میت کے ساتھ یہ سلوک نہ ہوتا تو یہاں کی مصیبتوں کے مقابلہ میں مر جانا سب سے بڑی آرزو ہوتی' اور اگر مذہباً خودکشی ممنوع نہ ہوتی تو قید و بند کی ان مصیبتوں سے نجات پا لینا بہت آسان تھا۔

میں نہیں جانتا کہ ان مصیبتوں سے کس طرح چھٹکارا ہو سکے گا۔ خارش اور قوبا میں مبتلا ہو جانا مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ صبح شام اس طرح بسر ہوتی ہے کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی بن چکا ہے۔ روح کو تحلیل کر دینے والے درد اور تکلیف کے ساتھ زخموں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مولانا کو پہلے صفائی کے کام پر لگایا گیا تھا۔ برہنہ پا' صرف ایک لنگی اور کمبل کا کرتہ۔ کوڑا کرکٹ صاف کرتے اور ٹوکرے میں اکٹھا کر کے پھینک آتے۔ مگر کچھ دنوں بعد آپ کو محرری کے کام پر لگا دیا گیا اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تبحر ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیئت کی ایک قلمی کتاب تھی۔ سپرنٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ نے مولوی صاحب کو دی کہ اس کی غلطیاں درست کر دیں۔ مولوی صاحب یہ کتاب مولانا کے پاس لے آئے۔ مولانا نے نہ صرف عبارتیں درست کیں بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح اور توضیح کر دی اور کتابوں کے حوالے بھی درج کر دیئے۔ سپرنٹنڈنٹ کو جب مولانا کے علم و فضل کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محرری پر لگا دیا اور حکومت سے رہائی کی سفارش بھی کر دی۔

علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ ادھر انڈمان کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی سفارش کی تھی۔ نتیجہ میں کامیابی ہوئی یعنی رہائی کا حکم ہو گیا۔ لیکن عجیب و غریب اور نہایت تکلیف دہ اور دل خراش صورت یہ پیدا ہوئی کہ مولانا شمس الحق صاحب پروانہ رہائی حاصل کر کے انڈمان پہنچے۔ جہاز سے اتر کر شہر میں گئے تو ایک جنازہ نظر پڑا۔ اس کے ساتھ بڑا اژدحام تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل 12 صفر 1278ھ مطابق 20 اگست 1861ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب سپرد خاک کرنے جا رہے ہیں۔ یہ بھی بعد حسرت و یاس شریک دفن ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

''ندائے خلافت'' کے مشہور کالم نگار عابد اللہ جان کی کتاب

The End of Democracy

1) قرآن اکیڈمی' 36-k ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

2) قرآن اکیڈمی Dm-55 درخشاں' خیابان راحت فیز 6 ڈیفنس۔ کراچی (فون: 5340022-23)

3) قرآن اکیڈمی 18A ناصر مینشن' شعبہ بازار' ریلوے روڈ نمبر 2' پشاور (فون: 214495)

4) مکان نمبر 20' گلی نمبر 1' فیض آباد ہاؤسنگ سکیم نزد فلائی اوور برج I-8/4' اسلام آباد (فون: 4434438,4435430)

قیمت فی کتاب:- 900/روپے

5 یا اس سے زائد کاپیاں خریدنے پر نیز تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سے وابستہ حضرات کیلئے خصوصی رعایت

شیخ احمد یاسین شہید نے فرمایا

"ہمیں تو اس بات کا یقین ہے کہ

شہادت ہماری دلہن ہے

جب یہ دلہن آتی ہے تو ہماری عید ہو جاتی ہے"۔

قاضی عبدالقادر

لو پھر ایک کارواں لٹا ـــــ لہو کی خوشبو سے فلسطین ہی نہیں پورا عالم اسلام مہک اٹھا ـــــ شہیدوں کے قافلہ میں ایک اور شہید کا اضافہ ہوا ـــــ یہ کارواں جو کربلا میں لٹا' بغداد اور دمشق میں لٹا' استنبول اور انقرہ میں لٹا' طرابلس اور ہسپانیہ میں لٹا ـــــ ہاں وہ بھارت اور انڈونیشیا میں' ارضِ بالا کوٹ میں' بخارا اور ترکستان میں' وادیٔ نیل' شام اور لبنان میں لٹا اب پھر انبیاء کی سرزمین فلسطین میں لٹا ـ

قتل گاہوں کو لہو دیتے رہیں گے اہلِ دل
کارواں چلتے رہیں گے کربلا تا کربلا

فلسطین کے بطل حریت' عظیم مجاہد' روحانی پیشوا اور تحریک مزاحمت فلسطین یعنی حماس کے سربراہ شیخ احمد یاسین ـــــ شہادت جن کی آرزو تھی 22 مارچ 2004ء کو شہید کر دیئے گئے ـــــ چھیاسٹھ سال ان کی عمر تھی۔ نوجوانی کے دور میں ایک حادثہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور تھے' وہیل چیر استعمال کرتے تھے۔ وہ شخص جو معذوری کے باعث خود کھڑا نہ ہو سکتا تھا' اُس نے اپنے جذبۂ ہمت اور عزم سے لاکھوں نوجوانوں کو کھڑا کر دیا' ان کی سماعت اور بینائی دونوں متاثر تھیں' تقریباً نابینا تھے لیکن معذوری کے باوجود انہوں نے چالیس سال تک جدوجہد کی اور ایک دن کے لئے بھی اپنے افکار و نظریات سے پیچھے نہیں ہٹے جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے ـــــ! ان کی شہادت معمولی واقعہ نہیں' یہ اُن واقعات میں سے ہے جو تاریخ کے دھارے کی سمت بدل دیا کرتے ہیں۔

شیخ احمد یاسین نے مصر میں تعلیم پائی۔ وہ تحریک الاخوان المسلمون کے بانی شیخ حسن البنا شہید اور رہنما سید قطب شہید کے افکار سے بہت متاثر تھے۔ غزہ میں آنے کے بعد انہوں نے سید قطب شہید کی مایہ ناز تفسیر "فی ظلال القرآن" کو شائع کر کے وسیع پیمانہ پر پھیلایا جس کے لئے انہوں نے مخیر حضرات سے مدد لی۔

فلسطین کی آزادی کے لئے یاسر عرفات کی سربراہی میں "پی ایل او" کی تحریک جاری تھی مگر اس کے نظریات سیکولر تھے۔ یاسر عرفات پاکستان کے مقابلہ میں انڈیا سے زیادہ قریب رہے۔ اس کا مقصود بس فلسطین میں عربوں کے لئے ایک قومی وطن بنانا تھا' چنانچہ حالات کے تیوروں کو دیکھتے ہوئے شیخ احمد یاسین نے 15 دسمبر 1987ء کو حماس کی بنیاد رکھی۔ حماس دراصل "حرکة المقاومة الاسلامیه" کا مخفف ہے جس کے معنی جذبہ' بہادری اور شجاعت ہیں حماس بہت جلد فلسطین کی نمائندہ تنظیم بن گئی جس نے قوم پرستی کی بجائے اسلامی تشخص کو اپنی پہچان بنایا۔ سیاسی و سفارتی محاذوں پر مؤثر کام کے ساتھ ساتھ عسکری محاذ پر بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ حماس تحریک پر الاخوان المسلمون کے جو اثرات تھے وہ فروری 1988ء میں حماس کے جاری کردہ پہلے اعلانیہ کے اس جملہ سے ظاہر ہیں کہ "حماس اخوان المسلمون کے فلسطینی شعبہ کی ایک شاخ ہے"۔ اسرائیل نے ستمبر 1989ء میں حماس کی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کرتے ہوئے اسے خلاف قانون قرار دے دیا اس کے باوجود حماس بھرپور طریقے سے اسرائیل کے خلاف برسرپیکار ہے۔ حماس کے مختلف یونٹ الگ الگ سرگرم عمل ہیں' ان کا باہمی رابطہ خفیہ پیغام رسانی کے نظام کے ذریعہ قائم ہے۔ حماس کے پاس اب ایسے کارکنوں کی کمی نہیں جنہوں نے افغان جہاد کے دوران جدید مواصلاتی آلات کے استعمال کی تربیت حاصل کر رکھی ہو۔ اس کے مقابلہ میں اسرائیل کے پاس ہر قسم کا جدید ترین اسلحہ ایٹم بم' میزائل' دور جدید کی حساس ترین ٹیکنالوجی اور دیگر ہتھیار ہیں مگر ـ

اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

شیخ احمد یاسین شہید نے کئی بار اسرائیلی جیل کی سلاخوں کو چوما۔ انہیں پہلی بار 1966ء میں اور دوسری بار 1983ء میں گرفتار کیا گیا۔ تقریباً سترہ سال تک جیلوں کے اندر رہے۔

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار

جیل کی یاد تازہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"جیل میں جہاں انسان جسمانی اور نفسیاتی طور پر بہت بری طرح سے متاثر ہوتا ہے وہاں مومن کے لئے جیل کی زندگی اللہ کے ساتھ خلوت کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ اس میں اسے عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے۔ میں نے جیل میں قرآن حفظ کیا۔ 1990ء تک میں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ پھر مختلف تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ اسلامی تاریخ کے علاوہ فقہ اور اسلامی علوم کا بھی مطالعہ کیا۔ آپ خود اندازہ کریں کہ ایک دن میں صرف سنت نمازوں میں چار چار اجزاء پڑھنے والے شخص کے عزم و ہمت کا کیا حال ہوگا۔ جیل میں تحریک کے نوجوان میری خدمت کرتے تھے اس وقت تک میں مکمل طور پر معذور ہو چکا تھا"۔

اسرائیل نے انہیں اپنی ہٹ لسٹ میں شامل کیا تو اسرائیلی وزیر دفاع نے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ "میں شیخ یاسین کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ کہیں چھپ جائیں ہم انہیں قتل کرنے والے ہیں"۔ شیخ جلیل نے جواب دیا "ہم چھپتے نہیں' ہم عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھنے والے کہاں کسی سے ڈرتے ہیں۔ چھپیں وہ جو کھلی باڑ لگا رہے ہیں' وہ اس کے پیچھے جا کر چھپیں...... لیکن یہ باڑ بھی انہیں امان نہیں دے گی یہ ان کی اجتماعی قبر ثابت ہوگی"۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقتِ شہادت آتا ہے' دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

وہ یاسر عرفات کی فلسطینی اتھارٹی کی کئی پالیسیوں کے بھی خلاف تھے۔ چنانچہ صدر یاسر عرفات نے کچھ عرصہ کے لئے انہیں نظر بند بھی کیا ـــــ جبکہ یاسر عرفات کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ خود اسرائیل کے نظر بند ہیں۔ اس کی فوجوں کے حصار میں ہیں نہ اپنی مرضی سے کہیں جا سکتے ہیں نہ آ سکتے ہیں ـ اور اب تو اسرائیل نے اپنا اگلا کلنگ ٹارگٹ یاسر عرفات اور لبنان کی حزب اللہ کے سربراہ حسن نصر اللہ کو بتایا ہے ـــــ کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد!

شیخ یاسین کا کہنا تھا کہ ہم امن کے خلاف نہیں ہیں' مگر وہ امن چاہتے ہیں جس کے مطابق ہمیں ہماری سرزمین واپس ملے' ہم پر پابندیاں عائد کی گئیں' یہ امن نہیں

غاصبانہ قبضہ ہے' ہم فلسطین کو تقسیم کر کے اپنے لوگوں سے دھوکا اور غداری کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ ایک موقع پر انہوں نے فلسطینی نوجوانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے کہا تھا کہ فلسطینی نوجوان جہاد جاری رکھیں اور اس کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کریں کیونکہ اسرائیل کو بین الاقوامی قوتوں نے طاقت کی بنیاد پر قائم کیا ہے اور اس کے مٹانے کے لئے طاقت کی ضرورت ہے۔ آج اگر یہودی طاقتور ہیں تو کل نہیں ہوں گے' امن اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب فلسطینیوں کے حقوق ان کو واپس کر دیئے جائیں اور تمام مقامات کی نگرانی فلسطینیوں کے حوالے کی جائے' جب تک فلسطینیوں کے حقوق غصب رہیں گے اس وقت تک جنگ و مزاحمت جاری رہے گی۔

شہید رہنما ہوش و جوش کا حسین توازن اور بہترین امتزاج کے حامل تھے۔ وہ دبلے پتلے جسم کے مالک تھے' ان کا نچلا نصف دھڑ مفلوج تھا' نظر بھی انتہائی کمزور تھی۔ وہ انتہائی دھیمی انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے وہ مجسم اس کی تصویر تھے کہ

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

وہ کہتے ہیں میری والدہ سادہ لوح خاتون تھی۔ انہیں خواب میں آواز سنائی دی کہ "تمہارے ہاں لڑکا ہوگا' اس کا نام احمد رکھنا"۔ ان کے والد کی وفات اس وقت ہوئی جب وہ چار' پانچ سال کے تھے۔ تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ پر آن پڑی۔ شیخ شہید کے دو بھائی تھے جو اس وقت چھوٹا موٹا کام کر کے گھر چلاتے اور انہیں اسکول میں داخل کرا دیا۔ تعلیم کے بعد وہ ملازمت کی تلاش میں نکلے' مگر ان کی نیم معذوری ملازمت میں رکاوٹ کا باعث تھی۔ مگر اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ان کی فائل گورنر کے دفتر پہنچی۔ گورنر کو بتایا گیا کہ یہ شخص نیم معذور ہے اس لئے اسے ملازمت نہیں دی جا سکتی مگر گورنر نے ان کے عزم و حوصلہ کو سراہا کہ معذوری کے باوجود اس نوجوان نے اپنی تعلیم مکمل کی اور پھر ملازمت کی تلاش میں ہے۔ گورنر کے احکامات کے مطابق انہیں ملازمت دی گئی۔ اسکول میں ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اعلیٰ تعلیم بھی جاری رکھی (واضح رہے کہ اخوان المسلمون کے بانی شیخ حسن البنا شہید بھی اسکول میں ٹیچر تھے)۔

شیخ یاسین شہید نے نوجوانوں کو جمع کرنے کے لئے اسپورٹس کمیٹی قائم کی جس کا بنیادی مقصد نوجوانوں کے درمیان کھیل کود کو فروغ دینا تھا۔ وہ کہتے ہیں "نوجوانوں کا رجحان کھیل کی طرف تھا' ہمیں نوجوانوں کو اکٹھا کرنے کا یہ بہانہ ملا۔ ہم نے کھیل منعقد کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جس کا مرکز علاقہ کی مسجد تھی۔ اس طرح نوجوانوں کو مسجد

(باقی صفحہ 9 پر)

منتخب تحریکی نظم

یہ نظم اخوان المسلمین کے زعماء کی شہادت پر تحریر کی گئی تھی لیکن چونکہ شہادت کے قافلے رواں دواں ہیں اور تازہ شہادت عظیم مجاہد' فلسطین کے بطل جلیل' حماس کے رہنما اور روحانی پیشوا شیخ احمد یاسین کی ہوئی ہے جو خود بھی اخوان المسلمین کی فکر سے متاثر تھے۔ اس لئے یہ نظم' گو تاخیر سے سہی' شاملِ اشاعت کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

نعیم صدیقی مرحوم

یہ کون تھا کس کا لہو بہا

انتخاب: قاضی عبدالقادر

یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
کس شان سے کاری وار سہا
تھا کون جو رَن میں کھیت رہا
کس ہاتھ سے زہری تیر چلا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
ایمان کی مے کا جام پئے
کچھ لوگ کفن بر دوش بڑھے
چپ چاپ شہادت گاہ چلے
جاں نذر میں دی' سر پیش کیا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا؟
صیاد پرانی چال چلے
تزویر کا لے کر جال چلے
کچھ مکر کا دانہ ڈال چلے
جو باز ملا نخچیر ہوا! یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
فرعون کی اے مشہور زمیں!
اس دیس میں پھر مظلوم کے دیں
افسوس تجھے احساس نہیں
کس خون کا تجھ کو داغ لگا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
یہ طور وہی ہے نیل وہی
تاریخ کی ہے تمثیل وہی
تمہید وہی' تکمیل وہی
کردار وہی ہیں' نام جدا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
واں لاکھ صنم اک خدا
واں لاکھ سخن یاں اک صدا
واں لاکھ ستم یاں اک دعا
واں لاکھ رسن' یاں ایک عصا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
کردار کے یہ ضو پاش دیئے
ہر تند ہوا میں خوب جلے
کس پھونک سے بولو آج بجھے
ہر سمت دھواں سا پھیل گیا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا
چپ چاپ چمن میں آگ لگی
ہر سرو سمن میں آگ لگی
ہر پھول کے من میں آگ لگی
اس آگ نے سب کچھ پھونک دیا یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا!
اس خون میں حل ایمان بھی ہے
یہ خونِ بقا سامان بھی ہے
ہر بوند میں اک طوفان بھی ہے
طوفان میں ہوگا کون فنا! یہ کون تھا؟ کس کا خون بہا

عبدیت و تکبر

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر، ناظم دعوت، تنظیم اسلامی، پاکستان

اللہ تعالیٰ جس شخص کو ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اس کا اظہار انسان کے اعمال و اخلاق کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جو اوصاف مطلوب ہیں اور قرآن مجید اور احادیث میں جن کا ذکر آیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ہر چیز چونکہ اس کے اضداد سے پہچانی جاتی ہے جس سے دونوں کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شرف بخشا ہے وہ روح ربانی ہے جو اس کے جسد خاکی میں پھونکی گئی ہے۔ یہی روح ہے جس نے شعوری طور پر اللہ کے رب ہونے کا اقرار بھی پورے شعور کے ساتھ کیا۔ یہی شعور ہے جس نے اسے عبدیت کا مقام عطا کیا ہے۔ اب اگر کوئی انسان جسد خاکی کی بہیمت و حیوانیت پر قابو پا کر اپنی فطرت کے تقاضے پورے کر گزرتا ہے تو یہی اس کا سب سے بڑا اشرف اور اونچا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کا مقصد بھی یہی عبادت رب ہی قرار دیا ہے۔ اس عبدیت کے عمل میں اولین ظہور نماز کی صورت میں ہوتا ہے جب انسان اللہ کو رب مان کر اس کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار قنوت، رکوع اور سجدہ کی صورت میں کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا انسان اپنے مالک کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو اور سب سے اشرف، افضل اور عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز انسان۔ رسول اللہ کا فرمان ہے: قرة عینی فی الصلوة میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ مالک خود اعلان فرما دے کہ وہ میرا بندہ ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

قرآن مجید میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کا جب ذکر کیا ہے تو یہی نسبت نمایاں کی ہے

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾ (ص: 45)

"یاد کیجئے ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو جو صاحب اختیار اور بصیرت تھے"۔

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ﴾ (ص: 41)

"ذکر کرو ہمارے بندے ایوب" کا"۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○﴾ (ص: 44)

"ہم نے اسے انتہائی صابر پایا، کیا خوب بندہ تھا اور ہماری طرف رجوع کرنے والا۔"

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے مقام عبدیت سے ہٹا کر الوہیت میں شامل کر لیا۔ اپنی طرف سے تو ان کی شان بڑھائی لیکن رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ﴾ (النساء: 172)

"حضرت مسیح علیہ السلام کو کوئی شرم نہیں ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں۔" کیونکہ یہی تو ان کا مقام عالی ہے اور وہ ساری عمر اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (مریم: 36)

"بے شک میرا اور تمہارا بھی رب اللہ ہے بس اس کے بندے بن جاؤ۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور خاصہ خاصان رسل اور سید المرسلین کا قرآن مجید میں از راہ التفات جب ذکر آتا ہے تو اسی نسبت سے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ (بنی اسرائیل: 1)

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے ﷺ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (الکھف: 1)

سارا شکر اس اللہ کیلئے ہے جس نے نازل کی اپنے بندے ﷺ پر کتاب اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رہنے دی۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○﴾ (الفرقان: 1)

"بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل کیا فرقان اپنے بندے ﷺ پر تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے آگاہ کرنے والے ہو جائیں۔"

یہاں تک کہ شب معراج پر آپ تشریف لے گئے تو سورہ النجم میں بھی ذکر کیا تو یوں فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى اور وحی کی اپنے بندے ﷺ کی طرف جو وحی کی اور یہی تاکید کی رسول اللہ ﷺ نے امتیوں کو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَآ اَنَا عَبْدُهٗ ○ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ

"حضرت عبداللہ بن عمر" بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے مقام سے بڑھا نہ دینا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا (الوہیت میں شامل کر دیا) بے شک میں تو اس کا بندہ ہوں پس کیا کرو اس کا بندہ اور اس کا رسول"۔

یہ ہے وہ مقام جسے قرآن مجید نے قرار دیا ہے کہ

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: 4)

"بے شک آپ تو اخلاق کی عظمت پر فائز ہیں"۔

اور یہی فرمایا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب کسی صحابیؓ نے پوچھا آپ کے اخلاق کے بارے میں۔ کان خُلُقُهُ القرآن بے شک ان کا مقام تو وہی ہے جو قرآن کی صورت میں اللہ نے معین کیا ہے اور وہ خود آپ سے اپنی زبان سے کہلوایا گیا ہے بار بار۔

﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ○﴾ (الزمر: 14)

"فرما دیجئے میں تو اللہ ہی کا عبادت گزار ہوں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اپنا دین"۔

یعنی پوری زندگی کی اطاعت اور یہی تقاضا ہے رب العالمین کا اپنے تمام بندوں سے کہ وہ اسی ہی کے بندے بن جائیں اور اسی ہی کو اپنا مالک یعنی حاجت روا اور مشکل کشا جانیں۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○﴾ (مومن: 60)

"اور تمہارے رب کا فرمان ہے تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار ضرور قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر۔"

یہاں دعا اور عبادت کو ایک قرار دیا گیا ہے کیونکہ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (ترمذی، ابوداؤد) دعا ہی عبادت ہے اور انسان اس کو پکارتا ہے جس کے بارے میں یقین ہو کہ یہ میرا رب ہے اور میرا حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور اسی کے بارے میں یقین ہونا ہی عبدیت کاملہ ہے جیسے فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے ((اُدعُوا اللّٰہَ وَاَنتُم مُوقِنُونَ بِالاِجَابَۃِ وَاعلَمُوا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَایَستَجِیبُ دُعَاءً مِن قَلبٍ لَاہٍ))

''پکارو اللہ تعالیٰ کو قبولیت کے یقین کے ساتھ (یہ اسی وقت ہی ہوتا ہے جب انسان کو یقین ہو اپنی عبدیت کا اس کے لئے خالص ہونے کا) جان لو بے شک اللہ تعالیٰ غافل دل سے پکارنے والوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔

تکبر

سورہ المومن کی آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ ہونے سے انکار کرنا ہی تکبر ہے اور یہی چیز انسان کو اس کے مقام شرف سے گرا دینے والی ہے۔ اور اسی تکبر کی وجہ سے انسان اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور خود اپنی بڑائی کا دعویدار بن بیٹھتا ہے۔ یہی شروع کیا شیطان نے اور راندہ درگاہ ہو گیا اور یہی جب کسی کے دل میں آ جائے تو وہ حق سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنی انانیت کا اسیر ہو جاتا ہے جیسے واضح فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں:

عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لَا یَدخُلُ الجَنَّۃَ مَن کَانَ فِی قَلبِہِ مِثقَالُ ذَرَّۃٍ مِن کِبرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَن یَکُونَ ثَوبُہُ حَسَنًا وَنَعلُہُ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیلٌ وَیُحِبُّ الجَمَالَ. اَلکِبرُ بَطَرُ الحَقِّ وَغَمطُ النَّاسِ (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو'' ایک آدمی نے عرض کی کہ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے کپڑے اچھے ہوں۔ ان کے جوتے خوبصورت ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کے انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔''

یہ ہے اصل تکبر جو انسان کو حق سے محروم کر دیتا ہے کہ حق اس پر واضح ہو جاتا ہے لیکن دنیاوی فوائد سیاسی حیثیت اور مقام اس کو روک دیتا ہے حق کو مان کر اس کے تقاضے پورے کرنے سے اور یہی ہوتا رہا ہے پوری انبیاء ورسل کی تاریخ میں کہ تمام امتیں اپنے رسولوں کو پہچان لیتی تھیں لیکن ان کا مقام اور مال و دولت پاؤں کی زنجیر بن جاتا تھا حق کے تابع ہونے میں اور آج بھی یہی تکبر ہے جو صاحب اقتدار، صاحب حیثیت اور آئمہ ملت کے پاؤں کی بیڑیاں بنا ہوا ہے اور یہی عصبیت جاہلی ہے جو رکاوٹ ہے امت کے ایک ہونے میں اور یہی وہ تکبر ہے جس نے انسانیت کو تقسیم کر رکھا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم، ایک ذات اور برادری، دوسری ذات و برادری پر اپنی فضیلت کی دعویدار ہے اور اسی بنیاد پر دوسروں کو حقیر سمجھتی ہے اور اس کو تابع فرمان بنانے پر پوری کوشش کر رہی ہے۔ یہی ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بھی نمایاں کیا ہے۔

عَن حَارِثَۃَ بنِ وَھبٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ اَلَا اُخبِرُکُم بِاَھلِ النَّارِ؟ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُستَکبِرٍ (متفق علیہ)

''حضرت حارثہ بن وهبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں جہنم والوں کے بارے میں۔ وہ ہوں گے سرکش بدخلق اور متکبر۔''

اور اسی کا نقشہ کھینچا ہے قرآن مجید میں سورہ لقمان میں:

﴿وَاِذَا تُتلٰی عَلَیہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُستَکبِرًا کَاَن لَّم یَسمَعھَا کَاَنَّ فِی اُذُنَیہِ وَقرًا فَبَشِّرہُ بِعَذَابٍ اَلِیمٍ﴾ (لقمان:7)

''اور جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تکبر سے پیٹھ پھیر کر چل پڑتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے کانوں میں پردہ ہے (کان بند ہیں) پس بشارت دیجئے اسے دردناک عذاب کی''۔

اس تکبر کی ایک ظاہر نشانی بھی ہے جسے قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی چال ڈھال میں تمکنت آ جاتی ہے اور وہ گردن کو اکڑا کر چلتا ہے۔

جیسے فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّر خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمشِ فِی الاَرضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُختَالٍ فَخُورٍ﴾ (لقمان: 18)

''(از راہ غرور) لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔''

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جسے روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے:

لَا یَنظُرُ اللّٰہُ یَومَ القِیَامَۃِ اِلٰی مَن جَرَّ اِزَارَہُ بَطَرًا (متفق علیہ)

''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف التفات نہیں فرمائیں گے (رحمت کے ساتھ) جو اپنا تہ بند لمبا کرتا ہے تکبر کی بنیاد پر''۔

تکبر اصل میں ایسا جامہ ہے جو صرف اسی ہستی کو زیب دیتا ہے جو کسی چیز کی مالک ہو اور جو صاحب اختیار ہو اور وہ صرف وہی ہے جو خالق، مالک اور قہار ہے۔ اسی کو واضح کیا گیا ہے ایک حدیث قدسی میں۔

عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ اَلعِزُّ اِزَارِی وَالکِبرِیَاءُ رِدَائِی فَمَن یُنَازِعُنِی فِی وَاحِدٍ مِنھُمَا فَقَد عَذَّبتُہُ (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عزت میرا تہ بند اور کبریائی میرا جامہ ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہتا ہے میں اسے لازماً عذاب دوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے بچا کر رکھے بندے بن کر زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین!

موجودہ عالمی حالات

کے پس منظر میں اسلام کا مستقبل

☆☆☆

کیا پاکستان کے خاتمے کی

اُلٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور کیا ابھی نجات کی کوئی راہ کھلی ہے؟

بانی تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب کے یہ دو چشم کشا

اور جھنجھوڑنے والے خطابات ماہنامہ ''**میثاق**''

کی اشاعت خصوصی بابت اپریل 2004ء میں

کتابی صورت میں اعلیٰ سفید کاغذ پر طبع ہو چکے ہیں۔ قیمت: 30 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن 36- کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان کا دورہ صادق آباد

تنظیم اسلامی پاکستان کے ناظم اعلیٰ محترم جناب اظہر بختیار خلجی 28 فروری 2004ء کو حلقہ بالائی سندھ کے دورے پر تشریف لائے۔ 29 فروری بروز اتوار صادق آباد کے لئے مختص تھا۔ امیر حلقہ محترم جناب غلام محمد سومرو، جناب اورنگ زیب مگسی اور برادرم فیصل سومرو کی معیت میں ناظم اعلیٰ محترم خلجی صاحب کے ساتھ قریباً ڈیڑھ بجے صادق آباد پہنچے تو راقم اپنے تمام رفقاء کے ساتھ تقریباً گیارہ بجے سے انتظار میں تھا۔ ڈیڑھ بجے جامع مسجد غلہ منڈی میں نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی اور واپس تنظیم کے دفتر آمد ہوئی۔ بجلی کی بندش کی وجہ سے دفتر میں بیٹھنا ناممکن تھا چونکہ دفتر قدرے پیچھے کی طرف بند کمرے کی شکل میں ہے۔ گھٹن اور اندھیرا (**ظلمت بعضها فوق بعض**) کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ لہٰذا محترم حکیم جماعت علی صاحب کے ہمسایہ میں ایک دفتر نما ہال خالی مل گیا' جہاں مجلس کا انعقاد ممکن تھا۔ چنانچہ محترم ناظم اعلیٰ صاحب اپنی بصیرت اور بصارت کے ذریعے اندھیرے میں دفتر کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد منعقدہ مجلس میں تشریف لائے۔ اور تمام رفقاء کو محبت بھرے انداز سے فرداً فرداً گلے لگایا۔ اپنائیت کی روح پھونکی اور میر محفل نظر آنے لگے۔ الحمدللہ تقریباً تمام رفقاء حاضر تھے۔ ایک ایک سے ذاتی تعارف حاصل کیا۔ بعض رفقاء جو عرصہ دراز سے مبتدی مرحلہ پر ہی قائم دائم اور صابر شاکر ہیں ان کی رہنمائی فرمائی۔ مجموعی طور پر نظم کا جائزہ لیا قیمتی آراء سے نوازا' محنت اور لگن کے ساتھ مسلسل دھکا لگاتے رہنے کا مشورہ دیا۔ اور فرمایا نتائج کے حوالے سے نہ زیادہ فکرمندی کی ضرورت ہے اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں۔ خلوص و اخلاص سے کام کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ البتہ اپنی محبت اور طریقے کار کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے تاکہ کوتاہی کی صورت میں اصلاح ہو سکے۔ الحمدللہ تمام رفقاء نے قائدین کی آمد اور ان کے ساتھ ملاقات و تبادلہ خیال کو انتہائی خوشگوار محسوس کیا۔ تنظیمی رفقاء کے ساتھ میٹنگ کے بعد کچھ احباب بھی ملاقات کے لئے تشریف لائے جو کہ کافی عرصہ سے مقامی تنظیم کے حلقۂ احباب میں شامل ہیں۔ محترم ناظم اعلیٰ نے انہیں تنظیم میں باقاعدہ شمولیت کی دعوت دی۔ اس مجلس کے دوران ہی محترم محمد یونس بٹ مقامی تنظیم کے ناظم بیت المال نے دسترخوان لگا کر میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ محترم سجاد منصور صاحب بھی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ راقم کی عدم موجودگی میں تنظیم کے معاملات بحسن وخوبی چلا رہے ہیں۔

تقریباً 3 گھنٹے صادق آباد میں قیام کے بعد مہمانانِ گرامی دوبارہ سکھر کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سربلندی کے لئے محنت و کوشش کرنے والے اس مختصر قافلے کو اپنی نصرت و تائید کے ساتھ رواں دواں رکھے۔ آمین!

(راقم: حافظ محمد خالد شفیع' امیر تنظیم اسلامی صادق آباد)

دوروزہ دعوتی پروگرام قائداعظم یونیورسٹی' اسلام آباد

دوروزہ دعوتی پروگرام 20 فروری 2004ء کو قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کی کالونی کی مسجد میں جمعہ کی شام کو شروع ہوا۔ یہ پروگرام اتوار 22 فروری تک جاری رہا۔ اس دوروزہ پروگرام کے ناظم اسرار الحق صاحب تھے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب ہوا۔ جس میں جناب نورالامین صاحب نے دین اور مذہب کے موضوع پر خطاب کیا۔ جس میں تقریباً 25 رفقاء واحباب شامل ہوئے۔ اس کے بعد مختصراً سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس وقت احباب سے گزارش کی گئی کہ وہ اس دوروزہ پروگراموں میں بھرپور شرکت کریں۔ اگر ہو سکے تو دوسروں کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔ رات کو سونے سے پہلے سورہ غاشیہ کا مطالعہ کیا گیا جس میں قیامت کی ہولناکی کا بیان ہے۔ اس کے مطالعہ سے رفقاء کے دلوں میں خشیت الٰہی میں اضافہ ہوا۔ ناظم جناب اسرار الحق صاحب نے اس سورہ کو زبانی یاد کرنے کی تاکید کی۔ اگلے روز بروز ہفتہ بعد نماز فجر درس قرآن ہوا۔ درس قرآن جناب سید ریاض صاحب نے دیا۔ اس کے بعد بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب ویڈیو پر دکھایا گیا۔ جس کا موضوع تھا "اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو" خطاب کے دوران رفقاء و احباب کے درمیان کئی روح پرور منظر دیکھنے کو آئے۔ کچھ احباب تو اشکبار بھی ہوئے۔ خطاب سننے کے بعد اسی خطاب پر مذاکرہ ہوا۔ مذاکرہ کے دوران کئی نکات سامنے آئے۔ جس میں رفقاء اور احباب نے دل کھول کر حصہ لیا۔ نئے احباب کو اس مذاکرہ سے دین کے اہم پہلو سیکھنے کا موقع ملا۔ جو بعد میں بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔

دوسرے روز نماز فجر کے بعد درس حدیث نقیب اسرہ آفتاب امجد عباسی نے دیا۔ اس کے بعد بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کا دوسرا خطاب ویڈیو پر دکھایا گیا۔ اس کا موضوع تھا "راہ حق میں ابتلاء و آزمائش" اس خطاب کے سننے کے بعد رفقاء اور احباب کے اندر دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ایک امنگ پیدا ہوئی۔ نئے رفقاء جو پہلی بار اس پروگرام میں شامل ہوئے تھے۔ بہت ہی پرجوش دکھائی دے رہے تھے۔ دن ایک بجے یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ رفقاء نیک تمناؤں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

(رپورٹ: نورالامین)

محترمہ ناظمۂ علیا اور نائب ناظمہ کا دورۂ پشاور

اقامتِ دین کی جدوجہد میں جہاں "تنظیم اسلامی" کے رفقاء سرگرم عمل ہیں وہاں حلقۂ خواتین بھی اس مقصد کے لئے کوشاں ہیں۔ مختلف شہروں کے حلقہ ہائے خواتین کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے ناظمہ اور نائب ناظمہ صاحبہ وقتاً فوقتاً دورہ کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں وہ دونوں پشاور کے دورے پر تشریف لائیں اور نوشہرہ و پشاور کی رفیقات کے ساتھ وقت گزارا۔

مورخہ 6 مارچ 2004ء کو صبح ساڑھے دس بجے پشاور میں ڈاکٹر اقبال صافی کی رہائش گاہ پر خواتین کا اجتماع ہوا۔ محترمہ نائب ناظمہ نے سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 109 کی تلاوت اور ترجمہ کیا اور پھر ان آیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ یاایها الذین امنوا کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ الحمدللہ زبانی ایمان ہمیں حاصل ہے اور اب ہمیں اصلی اور حقیقی یعنی قلبی ایمان کے حصول کے لئے کوشش کرنا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے بتایا کہ دلوں کے زنگ کو دور کرنے کے دو طریقے ہیں۔ موت کو کثرت سے ذکر کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ ایمانِ قلبی کے حصول کا تیسرا ذریعہ ہے اہل ایمان کی صحبت اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے نوازے (آمین!)

ناظمۂ علیا صاحبہ نے سورۃ زمر کی آیات 53 تا 63 کے حوالے سے بہت ہی پُر اثر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اس دنیا میں جو مہلتِ عمل ہمیں ملی ہوئی ہے یہ کس قدر قیمتی ہے اس کا واقعتاً ہمیں احساس نہیں ہے۔ جب یہ عمر پوری کر کے ہم اللہ کے ہاں پہنچیں گے اس وقت دل چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں بھیج دیے جائیں اور کچھ نیکیاں کما لیں لیکن افسوس کہ یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا یہی وقت ہے کہ ہم پچھلے گناہوں سے توبہ کریں' اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے پھر نیکیوں کی ابتدا کریں اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اللہ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہو جائیں۔

اس پروگرام میں پشاور کی تمام رفیقات کے علاوہ تقریباً 40 خواتین نے شرکت کی۔ بیگم اقبال صافی نے چائے اور دیگر لوازمات سے تواضع کی اور ساڑھے بارہ بجے راقمہ کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

سہ پہر ساڑھے چار بجے نوشہرہ کے لئے روانگی ہوئی۔ وہاں کی رفیقات ماشاءاللہ بہت فعال ہیں اور دین کی خدمت کا سچا جذبہ رکھتی ہیں۔ ترجمۂ قرآن کی کلاسز اور اپنے اسرے کے پروگرام بھی باقاعدگی سے منعقد کرتی ہیں۔ حکیم آباد کی سینئر رفیقہ محترمہ ذکیہ آنٹی کے ہاں تمام رفیقات اور دیگر خواتین مہمانوں کی منتظر تھیں۔ اس پروگرام کے لئے خصوصی دعوت نامے بھی چھپوا کر تقسیم کئے گئے تھے۔ نمازِ عصر کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ پہلے مبتدی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے والی رفیقات کو اسناد دی گئیں۔ بعض رفیقات کی اس امتحان میں کارکردگی قابل رشک تھی۔ ذکیہ آنٹی تو ان عمر رسیدہ خواتین کیلئے ایک مثال ہیں جو کہتی ہیں کہ ہم اس عمر میں سیکھ پڑھ نہیں سکتے۔ ترجمۂ قرآن عربی گرامر اور دیگر لٹریچر وغیرہ سب کچھ پڑھ کر انہوں نے مکمل تیاری کے ساتھ امتحان دیا اور

ماشاءاللہ سند حاصل کی۔

اس پروگرام میں محترمہ نائب ناظمہ نے پردے کے موضوع پر خطاب کیا۔ سورۃ احزاب کی آیات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ مسلمان عورتوں کے لئے ان کے خصوصی معاملات میں ازواج مطہرات کا عمل اسوہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورتوں کا اصل دائرہ کار ان کا گھر ہے جہاں انہیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے اور اسلامی معاشرے کے بہترین شہری تیار کرنے ہیں۔ دینی بنیادوں پر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا اور ان میں مجاہدانہ اوصاف پیدا کرنا ہی ایک عورت کا اصل مشن ہے۔ گویا مرد اگر قوم کے حال کا محافظ ہے تو عورت مستقبل کی امین ہے۔ البتہ اگر عورت کو کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو پھر ستر و حجاب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے وہ گھر سے نکل سکتی ہے۔ سورۃ الاحزاب میں تو مسلمان عورتوں کی پہچان ہی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی زینت کو چھپا کر، چہرے پر نقاب ڈال کر نکلے تاکہ غیر مسلم خواتین سے ممتاز نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

درس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔ مختلف رسوم و رواج کے حوالے سے کئے گئے سوالوں کے محترمہ ناظمہ صاحبہ نے تسلی سے جوابات دیئے اور آخر میں بہت ہی جامع دعا کروائی۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد پُر تکلف چائے کا اہتمام تھا۔ ماشاءاللہ 50 کے قریب خواتین نے شرکت کی۔ دو نے تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے بیعت فارم حاصل کئے اور یوں یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین!) (رپورٹ: حنا منیر)

دوروزہ دعوتی و تربیتی پروگرام حلقہ گوجرانوالہ (بمقام گجرات مرکز)

حلقہ گوجرانوالہ کے 3 ماہ کے طے کردہ شیڈول کا یہ چوتھا پروگرام تھا جو گجرات دفتر مسجد تقویٰ میں منعقد ہوا۔ رفقاء کی آمد 13 مارچ بروز ہفتہ نماز عصر سے شروع ہوگئی۔ باقاعدہ پروگرام کا آغاز بعد از نماز مغرب درس قرآن سے تھا۔ درس قرآن کی ذمہ داری گجرات تنظیم کے امیر عبدالرؤف صاحب کی تھی مگر وہ طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری نہ نبھا سکے۔ لہٰذا یہ درس حلقہ کے ناظم دعوت و تربیت محترم خادم حسین صاحب نے دیا۔ آپ نے سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کے حوالے سے مومنین پر آنے والی آزمائشوں اور مصیبتوں کا ذکر کیا اور خاص کر اس صورت حال میں صحابہ کرامؓ کے اسوہ کا درس دیا اور ساتھ ہی ساتھ صبر کو چھوڑ کر منافقین کی روش اختیار کرنے والوں کو تنبیہ بھی کی۔ اور ابتلا آزمائش میں پورے اترنے والوں کو اخروی کامیابی کی نوید سنائی۔

درس قرآن کے بعد گجرات کے ملتزم رفیق اور اسرہ کے نقیب محترم محمد ناصر صاحب نے درس حدیث کی اہمیت کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں اللہ کے رسول کا اسوہ بیان کیا۔

پروگرام کے اس حصہ کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد پھالیہ اسرہ کے ملتزم رفیق نے سیرت صحابہؓ کا اجتماعی طور پر ایک خاکہ سامنے رکھا جس میں خاص کر صحابہ کرام کا غلبہ دین کے لئے انفاق فی سبیل اللہ اور دنیا کو ترک کر دینے کے حوالے سے چند صحابہؓ کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔

انفاق کے حوالے سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، عمر فاروقؓ اور چند دوسرے صحابہؓ کے علاوہ تکلیف دہ حالات میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے والے حضرت بلالؓ، حضرت خباب بن ارتؓ اور آل یاسر کا حوالہ دیا۔

اس کے بعد کھانے کا وقت ہوا۔ راقم نے کھانے سے پہلے کھانے کے آداب بیان کئے اور اس لحاظ سے بھی اسوہ رسول اور نظم کو سامنے رکھنے کی تاکید کی۔ سونے سے پہلے معمول کے مطابق دعاؤں کا مذاکرہ ہوا اور خاص طور پر قرض کی ادائیگی کے حوالے سے خصوصی دعا یاد کروائی گئی۔

14 مارچ بعد از نماز فجر ناظم حلقہ شاہد رضا نے سورۃ الھمزہ کا درس دیا اور معاشرہ کے اندر اخلاقی پہلو کے لحاظ سے غیبت کرنے اور طعنے دینے والوں کے انجام اور اس کے برے نتائج جو کہ معاشرتی سطح پر نکلتے ہیں اور خاص کر ایسے شخص کی نیکیاں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اور ساتھ ہی ان برے اخلاقی اطوار سے بچنے کی ترغیب دی۔ اور اسی طرح خواتین کا ذکر کیا جو اس معاملے میں ذرا زیادہ آزاد ہوتی ہیں اور خاندان میں خرابیوں کا باعث بنتی ہیں۔

ناشتہ کے بعد راقم نے مذاکرہ کے انداز میں سوالات کا سہارا لیتے ہوئے رفقاء کو منہج انقلاب نبویؐ کے مراحل کا مذاکرہ کرایا جو انتہائی پسند کیا گیا۔

اس پروگرام کے بعد سیالکوٹ کے سابق امیر محترم عادل قریشی صاحب جو کہ تازہ تازہ حج کی سعادت حاصل کر کے آئے تھے انہوں نے حج کے حالات اور اس دوران پیش آنے والے مثبت و منفی حالات کا تفصیلاً ذکر کیا اور رفقاء کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے اور آخر میں استطاعت رکھنے والے رفقاء و احباب کو حج کا فرض ادا کرنے کی نصیحت کی۔ اللہ پاک ان کے حج کو قبول فرمائیں۔ آمین!

پروگرام کے آخر میں اسرہ منڈی کے نقیب محترم محمد حسین صاحب نے امیر کی اطاعت اور بیعت کی اہمیت کے حوالے سے انتہائی جامع اور مفصل انداز میں لیکچر دیا اور واقعی انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ ان کی ایک بات یہاں لکھ دیتا ہوں۔ (کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے) خاص کر اطاعت امیر کے تسلسل کو رسولؐ کے اسوہ سے ثابت کیا اور بیعت کے نظام کو اطاعت کے لئے ناگزیر قرار دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق دکھائیں اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور باطل کو باطل ہی دکھائیں اور اس سے بچنے کی توفیق دیں۔ آمین

(رپورٹ: شاہد رضا، گجرات)

ضرورت رشتہ

پٹھان فیملی سے تعلق رکھنے والی دو رفیقات تنظیم

(i) عمر 31 سال ایم اے اسلامیات، اسلامک انسٹی ٹیوٹ سے مختلف کورسز کئے ہوئے

(ii) عمر 35 سال دستکاری سکول چلا رہی ہیں۔ کے لئے مناسب رشتے درکار ہیں

برائے رابطہ: 042-6848993-6304338

☆☆☆

گورنمنٹ ڈگری کالج کے پرنسپل کی بیٹی 23 سال دراز قد بی اے (Appeared) صوم وصلوٰۃ، پردہ کی پابند، رنگ انتہائی سفید، تعلیم یافتہ برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ذات پات کی قید نہیں البتہ مغل فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ معرفت: خالد محمود خضر صاحب، قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 521665-521033 (0438)

☆☆☆

آرائیں برادری کے MSC، ذاتی کاروبار لڑکے کے لئے پڑھی لکھی دین دار لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ (امجد صاحب) فون: 042-5117413

دعائے مغفرت

☆ محمد خالد صاحب کے والد محترم انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ عبدالقیوم قریشی سینئر رفیق تنظیم اسلامی مظفر آباد آزاد کشمیر کے والد محترم انتقال فرما گئے۔

☆ رفیق تنظیم نعیم غفور شیخ صاحب کی خوشدامن گزشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں

رفقاء واحباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی فیصل آباد کے رفیق محمد بن اشرف کی والدہ علیل ہیں۔ رفقاء واحباب اور قارئین ندائے خلافت سے ان کی صحت یابی کے لئے درخواست ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

they should believe and how they could express it.
According to Chirac: "It cannot be tolerated that under the cover of religious freedom, the laws and principles of the republic are challenged." It means secular laws and principles are sacred to him, and anything treated as such becomes a religion in itself. So secularism becomes the religion of a secular state.
A secular leader's declaring that "state schools will remain secular" is no different than a communist leader promising that state schools would remain communist or a Muslim leader's categorical declaration that state schools will remain Islamic.
It makes little difference if Chirac and others do not consider secularism as a religion. Suffice their admission that "respect for the principle of secularism... is not negotiable." Chirac clearly stressed the other day that the total organization of life under secularism would be according to secular principles. Any challenge to it "cannot be tolerated."
Doesn't Chirac sound like Brezhnev when he says: "All of France's children, whatever their history, whatever their origin, whatever their beliefs, are the daughters and sons of the republic." One of the policies of the Communist system also was to discourage and get rid of all cultural and religious differences to make everyone equal members of the Commune.
Under communism this was done with the intent that it will create a higher level of peace between the many different peoples if they have no such differences between them; wars over religion, culture and race will cease to be. Now Chirac says: "It is the neutrality ... which enables the harmonious existence side by side of different religions." What is the difference when religions are not allowed to practice in the first place?
He said: "pupils, who are naturally free to live their faith, should nevertheless not arrive in schools, secondary schools or A-level colleges, in religious clothes."
Where is then the freedom to live by their religion?
This is no freedom to allow someone to believe. Believing in any religion also entails practicing its principles, just as Chirac's belief in secularism would be meaningless until he develops a system to live by secularism and practice its principles.
Communists were demonized for throwing out religion and the Taliban for doing exactly the opposite. Secularists are engaged in both practices at the same time; i.e., throwing out other religions and fanatically embracing secularism as a religion.
For example, "conspicuous signs," leading to "people immediately noticing and recognizing somebody's religion, are not allowed." But recognizing somebody's sexual preferences, cross dressing, display of homosexual symbols, etc., are allowed for it is freedom of expression. It means everything goes, but religion — a war on religions in the most perfect way.
In a secular state women can go around in public bare-breasted but they cannot put a scarf on their head or display the 10 commandments because the former does not violate state religion, whereas the latter acts do assert a religious belief system.
Women have a choice to prance around topless or not, but they are choiceless when it comes to head scarves because of its threat to state religion. Is it not a Mulla Umar-like theocracy à la Islamic Emirate of Afghanistan or a communist state à la Soviet Union?
Secular systems are devised to bring about the public disappearance of other religions. This is exactly what communism also promoted. According to a draft of the Communist Confession of Faith: "Communism is the stage of historical development which makes all existing religions superfluous and brings about their disappearance."
Chirac concluded his speech with comments: "I declare very solemnly that the republic will oppose everything which separates people...The rule is that of the mixing of people."
The communists, in fact, were criticized for doing exactly the same.
It was argued that the Western system is better than communism because it appreciates diversity and takes into account human nature, especially the need for self-actualization. Communism was criticized for its ideology that required a total surrender of personal freedom and privacy to the will of the state.
In his historic "evil empire" speech to the House of Commons on June 08, 1982, Ronald Reagan made specific reference to the communists' throwing religion out. He regarded "individual liberty, representative government, and the rule of law under God" as "the great civilised ideas."
May we ask: Where is the rule of law under God after the fall of communism? Where is the individual liberty in this age of flight from God?
Many professed secularists might disagree, just as the *New York Times* openly rebuked Chirac's secular idea. However, this holding of the same ear with a different hand does not mean that a different kind of secularism is promoted in the US.
It is simply that when it comes to hiding the truth, twisting and un-twisting of logic becomes an exercise in futility. Secular norms that change with the changing number of votes will never replace permanent norms. Human societies will keep on suffering at the hands of promoters of such godless standards until the gods of false religions are exposed for the farce that they really are.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 14

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Mulla Chirac or Chiracov?

When analyzed through the standards used when declaring the Taliban as repressive zealots and the communists as evil, French President Jacques Chirac is no more than a French version of Mullah Umar or a premier from the former Soviet Union.

Giving people a choice and not imposing anything against their will has been the basic principles used as a weapon for demonizing those considered as enemies of the West.

Nicholas Kristoff nicely summed up these principles. In his *New York Times* column, "Saudis in Bikinis," he writes: "If most Saudi women want to wear a tent, if they don't want to drive, then that's fine. But why not give them the choice? Why ban women drivers and why empower the religious police, the mutawwa, to scold those loose hussies who choose to show a patch of hair?"

Defending the same principle, Pamela Constable wrote in *Washington Post*: "I wore a shalwar kameez… But as a matter of both principle and sanity, I refused to wear a full burqa."

May we ask: Where are the principles of choice and free will now? If these were necessary for the Taliban and the communists to respect; if these are what the Saudis are expected to respect: Why should secular countries like France and Germany violate the same principles?

If the Taliban's enforcing burqa was part of "their religious scruples" and "profound contempt" of the West, what does the forced removal of Muslim headscarves and Jewish skull caps in the West mean? Is it not a kind of religious fundamentalism with the only difference being that "secularism" is begin used as a religion?

To understand how and why, it will help to examine a comprehensive definition of religion found in *The Encyclopedia of Philosophy*. It lists some characteristics of religions rather than simply declaring religion to be one thing or another. The more markers that are present in a belief system, the more "religious-like" it is. Following is an abridged version of it:

- Belief in something sacred.
- A distinction between sacred and evil.
- A moral code based on what is considered sacred.
- A world view and the place of the individual therein.
- A more or less total organization of one's life based on the world view.
- A social group bound together by the above.

A particularly interesting possibility revealed by the above definition is that while gods can play an important role, they are not indispensable to a religion. This means that a religion without theism should be possible.

Except for the issue of gods, Communism, for example, had most of the characteristics listed above. So does secularism. It is, undoubtedly, one of a small group of modern non-supernatural religions.

Now revisit Chirac's December 17, 2003 address and try to find what Madeleine Albright condemned as the Taliban's "lack of respect for human dignity in a way more reminiscent of the past than the future" in her November 1997 visit to Pakistan. You will find that Chirac also believes the rules he promulgated have been "part of [French] customs and practices for a very long time." So be it.

If traditions and longer time span could not legitimize the "oppressive" rule of the Taliban, so it goes for Chirac. For Chirac, occupations and colonization are also part of the French legacy.

9/11 is a far more perfect ruse for the US occupations abroad than Charles X, who sent his army to occupy the town of Algiers in response to the day of Algiers striking and calling the French consul names.

The invasion eventually led to the announcement in 1848 that Algeria was part of the republic of France, making Algeria the first French colony. Why doesn't Chirac go on new "*mission civilisatrice*" and *rayonnement* on the basis of French history and practices?

While exaggerating evils of the Taliban, *Boston Globe* wrote in its editorial (March 25, 1999) that "no other regime in the world has methodically and violently forced half of its population ... from showing their faces."

Here we go. We have another regime in France that is doing the exact opposite — holding women from covering their heads — in the name of another religion, called secularism.

Chirac has laid out a blue print for systematically purging public sector and every way of life of headscarves and other religious symbols.

A secular state's banning believers from following the discipline of their respective religions amounts to imposing the state's worldview upon them.

Secularism, as a religion, is worse than other religions due to the fact that no other religion dictates its precepts on non-believers. Secularists, however, tell people of all faiths what